

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کے گمراہ کن عقائد و افکار پر محققانہ تبصرہ

# مکائد مسعود عثمانی

مؤلفہ

میاں ظاہر شاہ قادری ایم۔ اے

ناشر

تحقیقات اسلامیہ صوبہ سندھ

ہر جلد ۳۰ روپے

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب \_\_\_\_\_ مکائد عثمانی

مؤلف \_\_\_\_\_ میاں ظاہر شاہ

81649

صفحات \_\_\_\_\_ ۱۶۰

تعداد \_\_\_\_\_ ایک ہزار

سن اشاعت \_\_\_\_\_ ۱۹۹۶ء

کتابت \_\_\_\_\_ محمد نعیم و عبدالرحمن قادری

ہدیہ \_\_\_\_\_ ۳۰/- روپے

ناشر \_\_\_\_\_ مکتبہ غوثیہ مدین سوات

ملنے کا پتہ :- مکتبہ غوثیہ مدین - سوات سوات



## فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	ابتدائیہ	۱	۱	میں تشریف لانا	۱
۲	اعادہ روح	۲	۱۲	انگ لاتندیس کا مفہوم	۱۲
۳	قبروں اور آسمانوں پر	۳	۱۵	سلطان نور الدین زنگی	۱۵
۴	عقیدت مندوں کا ہجوم	۴	۱۶	رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ	۱۶
۵	سورۃ النمل کی آیت ۲۱ و ۲۲	۵	۱۸	عالم مثال کی اصطلاح	۱۸
۶	۲۱ کی تشریح	۶	۱۹	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۹
۷	قوم نوح علیہ السلام کے اولیاء	۷	۲۰	پر امت کے اعمال کا پیش	۲۰
۸	نعرہ رسالت	۸	۲۲	کیا جانا اور حیاۃ النبی صلی اللہ	۲۲
۹	شُرک کی تعریف	۹	۲۳	علیہ وآلہ وسلم	۲۳
۱۰	زیارتہ قبر المشرک اور حضور	۱۰	۲۴	حضرت عذیر علیہ السلام کا واقعہ	۲۴
۱۱	صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی والدہ	۱۱	۲۵	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور	۲۵
۱۲	ماجدہ حضرت آمنہ کیلئے دعائے	۱۲	۲۶	قریب سے سنا اور	۲۶
۱۳	قبروں کو نچتہ بنانا	۱۳	۲۷	دور سے اس کو پہنچا یا جانا	۲۷
۱۴	قبریں زمین کے برابر کرنا	۱۴	۲۸	اور بیعت رضوان	۲۸
۱۵	خوارج کا قرآنی مفہوم	۱۵	۲۹	مدد مکنۃ السیاحین	۲۹
۱۶	شفاعت کا بیان	۱۶	۳۰	ازدواج مطہرات کے نکاح	۳۰
۱۷	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب	۱۷	۳۱	ثانی کا مسئلہ	۳۱



صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۵	حیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق راویان حدیث کی توثیق	۳۰	۲۵	السلام علیکم یا اهل القبور	۲۲
۳۶	حیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ	۳۱	۲۵	جنگ بدر کے مشرک مقتولین کا واقعہ	۲۳
۳۷	صحت احادیث کے لئے تلقی بالقبول کا درجہ	۳۲	۲۷	واقعہ المرحۃ کے زمانہ میں سعید بن مسیب کا روضہ قدس سے اذان کا سننا	۲۴
۳۸	بعض اعتراضات اور ان کے جوابات	۳۳	۲۸	بزرگوں کے وسیلہ سے عانا گنا	۲۵
۳۹	روضہ اطہر کی زیارت برکات عظیمہ کا ذریعہ	۳۴	۲۶	اللہ تعالیٰ کو کسی کے حق کا واسطہ دینا	۲۶
۴۰	آخری گذارش	۳۵	۳۱	حیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ	۲۷
۴۱	طاہر صاحب کے گواہوں کی مختصر فہرست	۳۶	۳۲	کسی کے ساتھ بات نہ کرنے کے قسم کا مسئلہ	۲۸
۴۲	جو اس مضمون کا مذہب ہے	۳۷	۳۳	حیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قبر کی زندگی	۲۹
۴۳	مشکل کشائی بفضل الہی	۳۸			
۴۴	اشہار اصحاب معارف تہذیبیہ کا مؤدبانہ جواب	۳۸			
۴۵	الوداعی کلمات	۳۹			





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم :

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی جس کا اصل نام مسعود حسن عثمانی تھا۔ کچھ عرصہ دعوت دین کے نام سے کیمیاڑی کراچی کے علاقے میں تبلیغ کا کام سرانجام دیتا تھا۔ اس سے قبل جماعت اسلامی میں رہ چکے تھے مگر کچھ اختلافات کی بنا پر جماعت اسلامی سے الگ ہو گئے۔ آپ کا طریقہ تبلیغ یوں تھا کہ سڑکوں، بازاروں اور گلی کوچوں میں کھڑے ہو کر لوگوں کو وضوء نماز کا طریقہ بتاتے تھے اور آخرت کے انجام سے لوگوں کو ڈراتے۔ لیکن اچانک آپ کا رخ توحید و سنت کی طرف پھر گیا۔ توحید و سنت کا تو ہر مسلمان قائل ہیں مگر اسکی توحید اس کی خود ساختہ تھی۔ اور سنت بھی اپنی طرف سے جو حدیث میں بیان کرتے اس کا مفہوم اپنی طرف سے پیش کرتے۔ آپ کا یہ طرز عمل کسی غیر مسلم ملک کی سازش معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے مسلمانوں میں ایک نیا حزب بنایا اور اس کا نام حزب اللہ رکھا۔ دینی راہنما وہ ہو سکتا ہے جو علوم دینی سے بہرہ ور ہو



کھرے کھوٹے میں تمیز کر سکتا ہو۔ لیکن اس کے برعکس ڈاکٹر موصوف جو ایک ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ڈاکٹر ہیں۔ لوگ شاید انہیں پی۔ ایچ۔ ڈی ڈاکٹر سمجھتے ہوں۔ انہوں نے دینی اکابرین پر شرک کا فتویٰ لگانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ یہاں تک کہ اُس نے امام احمد بن حنبل، ابن کثیر، ابن حجر، ابراہیم بن ادھم، بائزید بسطامی، داتا گنج بخش، شیخ عبدالقادر جیلانی، خواجہ معین الدین اجمیری کو بھی نہ چھوڑا۔ اور تو اور اپنے استادوں کو بھی معاف نہیں کیا۔ تمام اُمتِ مسلمہ کو مشرک قرار دیا۔ علماء دیوبند، علماء بریلوی، ابن تیمیہ اور ابن قیم کو بھی معاف نہ کیا۔ اپنی اس دل آزار کتاب کا نام ”توحید خالص“ رکھا۔ ڈاکٹر موصوف کی دوسری کتابوں پر بھی تبصرہ قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیا جائے گا۔

سوال :- یہ ڈرامہ کیوں کیا گیا؟ اس کے محرکین کون ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے قبل یہودیوں نے عبداللہ بن سبا کو مسلمانوں میں رخنہ اندازی کے لئے نامزد کیا۔ عبداللہ بن سبا جو خود بھی یہودی تھا مسلمانوں میں جو تفرقہ ڈالا تھا اب تک مسلمانوں میں وہ زہر تیز سے تیز تر ہوتا جا رہا ہے۔ بارہویں صدی میں حکومت برطانیہ نے مسٹر ہفمرے کو نئی سازش کے تحت رخنہ اندازی کے لئے نامزد کیا۔ مسٹر ہفمرے نے استنبول اور ایران کا دورہ کیا۔ پھر اُس نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اس رخنہ اندازی کے لئے پسند کیا اور اس کو ٹرننگ دی۔ جو آج کل وہابی مذہب کا سربراہ تصور کیا جاتا ہے۔ محمد بن عبدالوہاب کا دست راست بھی محمد سعود تھا۔ اور ڈاکٹر مسعود الدین کا نام بھی اُس کے نام سے مشابہہ ہے۔ ڈاکٹر مسعود الدین کے بعد دوسرا



مسعود جو جماعت المسلمین کے سربراہ ہیں۔ یہ بھی ڈاکٹر مسعود کے مشن کو آگے بڑھانے میں کوشاں ہے۔

تمام گمراہان جماعتوں کے یہ عقائد ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم، عظمت، وقار، ادب، محبت لوگوں کے دلوں سے نکل جاتے۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشینان اولیاء، علماء، سادات بزرگان دین، زہاد، اکابرین امت کی عظمت و وقار لوگوں کے دلوں سے محو ہو جاتے۔ آج سب یہ مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ جو جو مذہبی نام پر پارٹیاں ہیں وہ تمام کی تمام ادب و تعظیم و محبت سے لوگوں کو روکتی ہیں۔ خود بھی بے ادب ہیں اور دوسروں کو بھی بے ادب بناتی ہیں۔

ڈاکٹر مسعود الدین نے لوگوں کے دلوں سے ادب و محبت نکالنے کے لئے کئی پمفلٹ شائع کر دیے ہیں جن کے مختلف عنوانات ہیں مثلاً "تعویز گنڈاشرک ہے۔ یہ قبریں یہ آستانے۔ یہ واسطے اور وسیلے جہاں راہ انقلاب دیگر وہ۔ ہماری دعوت۔ کعبۃ اللہ اور کعبے۔ توحید خالص۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کہاں اور زندہ ہیں۔ مسلمانان مشرک۔ ڈاکٹر عثمانی کے دوسرے بھائی کمال عثمانی نے بھی "صنم پتھر کے" نامی کتاب مرتب کی۔ ان کتابچوں میں کیپٹن صاحب نے جی بھر کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے

واضح ہو کہ اس قسم کی بدترین گستاخیاں ان گستاخوں اور زبا درازوں پر بآسانی ہم کفر و شرک کا فتویٰ لگا سکتے تھے۔ یہ ہمارے لئے مشکل کام



نہ تھا۔ کیونکہ ان کی تمام کی تمام کتابیں کفریات سے بھری پڑی ہوئی ہیں  
ان گستاخوں سے یہی گزارش کروں گا کہ زبان کا کام اچھوں اور اچھائیوں کے  
تعریف کرنا ہے۔ ان کے فضائل بیان کرنا۔ قرآن خوانی کے علاوہ جناب  
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا ہے۔ اس سے حتی  
الوسع گالی گلوچ مناسب نہیں ہیں۔ فقیر نے ان کتابوں سے ان مسائل پر  
تبصرہ کیا ہے جو اہل سنت و جماعت کے نزدیک مشروع ہیں۔ اور اس  
ان عقائد کے ماننے والوں پر شرک و کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔



# اعادہ روح

ڈاکٹر مسعود الدین کیماڑی کراچی والے عذاب قبر میں لکھتے ہیں۔  
 ”جب قیامت سے پہلے روح واپس نہیں لوٹتی اور مٹی جسم کو  
 برباد کر دیتی ہے تو اس دنیاوی قبر کے مردہ سے سوال و جواب  
 کیسا اور بغیر روح کے مردہ کا احساس راحت و الم اور اس کے  
 چرخ و پکار کا کیا معنی“ (عذاب قبر ص ۱۱)  
 پھر آگے مزید لکھتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ قیامت سے پہلے مردہ جسم میں روح  
 واپس نہیں آسکتی اور ظاہر ہے کہ بغیر روح کے عذاب و  
 راحت بے معنی ہیں۔“

صحیح احادیث سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ دفن کے بعد روح کو  
 سوال و جواب کے لئے میت کے جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ  
 میں ایک حدیث نقل ہے۔ یہ حدیث مسند احمد، ابن ابی شیبہ، تفسیر ابن کثیر  
 میں حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ:

”مومن کی روح کو پھر ساتویں آسمان پر پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ



فرماتے ہیں کہ میرے بندے کا نام علی بن میں شامل کر دو۔ او  
اسکو زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے اس کو زمین سے پیدا  
کیا ہے۔ اور اس میں اسکو لوٹاؤں گا۔ اور اسی سے دوسری مرتبہ  
نکالوں گا۔ پس اسکی روح اسکے جسم میں لوٹائی جائے۔ تو اسکے  
پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بھٹلا کر مَنْ رَبُّكَ سے  
سوال کرتے ہیں۔

اسی طرح کافر کے بارے میں یہ الفاظ آئے ہیں ،  
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کا نام سبحین میں لکھ  
دو جو زمین کے نیچے ہے۔ پھر اسکی روح وہاں سے پھینکی جاتی  
ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔  
” جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے پس گویا کہ وہ  
آسمان سے گرا اسکو پرندے اُچک کر لے گئے یا ہوانے گہرے  
گڑھے میں ڈال دیا۔ پھر اسکی روح اسکے جسم میں لوٹائی جاتی  
ہے۔ اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسکو بھٹلا کر  
مَنْ رَبُّكَ سے سوال کرتے ہیں۔“

یہ روایت امام ابو داؤد نے بھی مختصر ذکر کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں۔

وَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ

امام حاکم نے یہ روایت مستدرک ج ۱ ص ۳۷ میں نقل کی ہے اور اس میں



مومن کے بارے میں یہ الفاظ ہیں۔

فَتَرَدُّ رُوحَهُ إِلَى جَسَدِهِ

اور کافر کے بارے میں یہ الفاظ ہیں۔

فَتُرْمَى بِرُوحِهِ حَتَّى تَقَعَّ فِي جَسَدِهِ

پھر اسکی روح کو پھینک دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے جسم میں چلی جاتی ہے۔

امام حاکم محدثانہ رنگ میں اس روایت کے کئی طرق نقل کر کے آگے ارشاد فرماتے ہیں :

یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے کیونکہ منہال بن عمرو اور زاذان ابو عمرو الکندی سے بخاری و مسلم نے اخراج کیا ہے۔ اور اس حدیث میں کئی فوائد ہیں اور اہل بدعت کے قلع قمع کا خاصا ثبوت موجود ہے۔ علامہ حافظ نور الدین الہشیمی و حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاد فرماتے ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔ اور اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۴۹، ۵۰)

علامہ منذری فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے فرمایا :

وَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ الْأَسْنَادِ (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۶۵)

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ محدث ابو موسیٰ الاصبہانی نے فرمایا کہ یہ

حدیث حسن ہے اور منہال کے طریق سے مشہور ہے (مختصر ابی داؤد ج ۲ ص ۱۲۴)

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں : فَالْحَدِيثُ صَحِيحٌ لَا شَكَّ : پس یہ حدیث



صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ پھر آگے لکھتے ہیں  
 "یہ حدیث ثابت مشہور اور مستفیض ہے اور حفاظ حدیث کی ایک  
 بڑی جماعت نے اسکی تصحیح کی ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ آئمہ  
 حدیث میں کسی نے اس میں طعن کیا ہو بلکہ انہوں نے اس کو  
 اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور اس کو قبول کیا ہے۔ اور قبر  
 کے عذاب و راحت اور منکر و نفیر کے سوال اور ارواح کے  
 قبض کرنے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے اور پھر ان کو  
 قبر کی طرف لوٹانے کے سلسلہ میں اس روایت کو اصول دین  
 سے قرار دیا ہے (کتاب الروح ص ۵۷، ۵۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی بھی اس روایت کو مکاشفہ فی الحدیث

کہہ کر صحیح کہتے ہیں (فتح الباری ج ۵، ص ۵۰)

محمد ناصر الدین الالبانی لکھتے ہیں "وَ اسْنَادُهُ صَحِيحٌ (تحقیق ناصر الدین

الالبانی ص ۲۸ ج ۱: المشکوٰۃ المصابیح)

ابن تیمیہ شرح حدیث النزول میں لکھتے ہیں۔

"اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور تمام محدثین کا

اس کے مشہور اور مستفیض ہونے پر اجماع ہے"

حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ فرطتے ہیں کہ،

"یہ حدیث متصل الاسناد ہے اور مشہور ہے۔ اور حضرت براء

بن عازب سے ایک جماعت نے اسکو روایت کیا ہے۔



ڈاکٹر عثمانی " یہ قبریں یہ آستانے " میں لکھتے ہیں کہ :  
 اس روایت میں شیعہ زاذان ہے۔ جس کو سلمہ بن کہیل ابوالنجتری  
 سے بھی کمتر سمجھتے ہیں اور دوسرا اس کا شاگرد منہال بن عمرو ہے  
 عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے والد احمد بن حنبل کہتے تھے کہ ابوبشر  
 مجھ کو منہال سے زیادہ بھلا لگتا ہے اور اس ابوبشر جعفر بن  
 ایاس کو شعبہ ضعیف کہا ہے۔ ابن معین منہال کی شان گراتے تھے  
 حاکم بن نے کہا ہے کہ یحییٰ بن قطان اسکو ضعیف گردانتے تھے اور  
 ابو محمد بن خرم بھی اسکو ضعیف کہتے تھے اور اُسکی اس برادر بن عاذب  
 والی روایت کو رد کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۱۹، ج ۱۰) ،

(میزان الاعتدال ص ۲۰۲ ج ۳۱) (یہ قبریں یہ آستانے ص ۲۱)

ابوالنجتری اور زاذان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھیوں اور شاگردوں  
 میں شامل ہیں چنانچہ ابوالنجتری کے ترجمہ میں زاذان کا تذکرہ بھی موجود ہے حضرت  
 عطاء بن السائب فرماتے ہیں

رَأَيْتُ خِيَارَ أَصْحَابِ عَلِيٍّ زَاذَانَ وَ مَيْسِرَةَ وَ أَبَا  
 النَّجْتَرِيِّ (مصنف عبدالرزاق ص ۳ : ج ۳)

میں نے حضرت علی کے بہترین اصحاب کو دیکھا ہے یعنی زاذان

اور ميسره اور ابوالنجتری

ڈاکٹر صاحب نے شفاء الصدور اور ندائے حق سے اخذ کر کے اپنی کتاب  
 یہ قبریں یہ آستانے میں نقل کیا ہے۔



منہال بن عمرو صحیح بخاری، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں اور ثقہ ہیں۔ امام بخاری کا اپنی صحیح میں ان سے احادیث روایت کرنا ہی اس بات کی علامت ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔ باقی احمد بن حنبل کا یہ کہنا کہ ابولشبر مجھے منہال سے زیادہ پسند ہے۔ تو یہ کوئی جرح نہیں یحییٰ بن معین عجبلی اور دوسرے محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ علامہ ذہبی نے فرمایا۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ منہال ثقہ ہے اور احمد العجبلی بھی انہیں ثقہ کہتے ہیں۔

اعادہ روح والی حدیث کو حضرت براء بن عازب سے صرف زاذان نے روایت نہیں کی بلکہ تابعین کی ایک جماعت روایت کرتی ہے چنانچہ مشہور محدث حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ فرماتے ہیں حضرت براء سے اس حدیث کو ایک جماعت روایت کرتی ہے (شرح حدیث النزول ص ۴۷)

ابن تیمیہ اور ابن قیم لکھتے ہیں کہ :

”حضرت براء بن عازب سے زاذان کے علاوہ متعدد راویوں نے یہ روایت بیان کی ہے۔ ان میں عدی بن ثابت، محمد بن عقبہ اور مجاہد بھی ہیں (شرح حدیث النزول ص ۴۷، کتاب الروح ص ۹)

حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ نے اپنی کتاب الروح النفس میں اس حدیث کی مزید دو سندیں یوں ذکر فرمائی ہیں۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

بْنِ إِسْحَاقَ الصَّخْرِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ

حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ



بن عاذب قال قال رسول الله صلى عليه وآله وسلم  
 في جنازة رجل من انصار فذكر الحديث وفيه ان الروح  
 تُعَادُ إِلَى الْقَبْرِ وان الملكين يجلسان الميت وينطقانه  
 حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری شخص کے  
 جنازہ میں شریک تھے اس طویل حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ  
 بے شک روحیں قبروں میں لوٹاتی جاتی ہیں اور دو فرشتے میت  
 کو بٹھاتے ہیں اور اس سے گفتگو کرتے ہیں۔

حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ نے اسی حدیث کو دوسری سندوں ذکر کی ہے۔

محمد بن سلمة عن حصف عن مجاهد عن البراء  
 بن عاذب قال لنا في جنازة رجلٍ ..... فذكر الحديث  
 (کتاب الروح ص ۲۹)

ان دونوں روایات میں منہال اور زاذان کا واسطہ نہیں ہے۔ لہذا جس  
 علت کی وجہ سے اس حدیث کے ضعیف ہونے پر استدلال کیا گیا تھا۔ وہ  
 استدلال ہی باطل ہو گیا۔ حضرت براء بن عاذب کی یہ حدیث کئی طرق سے مروی  
 ہے اور ان سب میں منہال عن زاذان کا واسطہ زیادہ مشہور ہے اس لئے  
 اکثر محدثین مثلاً امام احمد بن حنبل، امام ابو داؤد، امام ابن ماجہ، امام حاکم امام  
 بیہقی، امام ابن جبان، امام ابو عوانہ الاسفرائینی، امام ابو داؤد طیالسی، امام نسائی  
 وغیرہ نے اسی واسطہ سے اسی حدیث کو روایت کیا ہے اور محدثین نے



اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

سند احمد میں ابو صہریرہ کی ایک طویل حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

فیرسل من السماء ثم یصیر الی القبر فیحلیس  
الرجل والصلح (سند احمد، ابن کثیر ص ۵۳۳ ج ۲، ابن ماجہ ص ۳۲۷)  
، شکوۃ ص ۱۴۱، کتاب الروح ص ۶)

پس اس کی روح کو آسمان سے بھیجا جاتا ہے۔ پھر وہ قبر میں پہنچ  
جاتی ہے۔ تو نیک آدمی قبر میں بیٹھ جاتا ہے۔

ابن تیمیہ اور ابن قیم دونوں لکھتے ہیں کہ حافظ ابو نعیم الاصفہانی فرماتے  
ہیں کہ اس حدیث کے تمام روایات کی عدالت حضرات محدثین کرام کے  
نزویک ایک اتفاقی امر ہے۔ اس روایت کے تمام راوی بخاری و مسلم  
کے راوی ہیں۔ امام احمد بن حنبل کے استاد کا نام حسین بن محمد بن بہرام التیمی  
ابو احمد و ابو علی المروری ہے جو اس روایت کے راویوں میں ہے۔ امام بخاری و  
مسلم اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ ثقہ  
ہیں (تقریب التہذیب ص ۵۵)۔ وہ سند یہاں درج کیا جاتا ہے۔

وقال الامام احمد بن حنبل حدثنا حسین ابن محمد

عن ابن ابی ذئب عن محمد بن عمرو بن عطاء عن

سعید بن مسیب عن ابی ہریرۃ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۲۳)

حسین بن محمد کے استاد کا نام محمد بن عبدالرحمان بن مغیرہ بن الحارث

بن ابی ذئب القرشی العامری ابو الحارث المدنی ہے۔ یہ بھی بخاری و مسلم اور



صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہے۔ حافظ ابن حجر ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ، فقیہ اور فاضل ہیں۔ (تقریب ص ۳۰۸)

ابن ابی ذئب کے استاد کا نام محمد بن عمر بن عطاء القرشی العامری المدنی ہے۔ یہ بھی بخاری و مسلم اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہے اور ثقہ ہے۔ (تقریب ص ۳۱۳)

محمد بن عمرو عطاء کے استاد کا نام سعید بن سیار ابو الحباب المدنی ہے یہ بھی بخاری و مسلم اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ ثقہ (مضبوط اور پختہ) ہے (تقریب ص ۱۲۷) سعید بن سیار تابعی کے استاد ابو ہریرہؓ ہیں جو مشہور صحابی رسول ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر کی مرفوع دوسری روایات بھی اس سلسلہ میں جو مروی ہیں یہ دونوں مرفوع روایات حضرت براء بن عازبؓ کی روایت کی تائید کرتی ہیں۔

عقائد کی کتب میں بھی مروی ہے کہ :

”قبر میں منکر و نکیر کا سوال حق اور ثابت ہے اور قبر میں جسم کی طرف روح کا لوٹایا جانا حق اور ثابت ہے اور قبر کا دباؤ اور عذاب حق ہے جو تمام کفار کے لئے اور بعض گناہگار مومنوں کے لئے واقع ہوگا یہ بھی ٹھیک اور جائز ہے۔ (ثقہ اکبر)

امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں کہ :

”حوض کوثر، شفاعت، منکر و نکیر عذاب قبر، ملک الموت کے ارواح



کو قبض کرنے پھر ارواح کے قبروں میں جسموں کی طرف لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس پر ایمان لانا لازم ہے کہ قبر میں ایمان و توحید کے بارے میں سوال کرتا ہے (کتاب الصلوٰۃ طبع ناہرہ ۲۵) بخاری و مسلم میں ہے۔

ان العبد اذا وضع في قبره وتولى عنه اصحابه وانہ  
يَسْمَعُ قَرْعَ نَعَالِهِمْ اِذَا مَلَكَانِ - (بخاری و مسلم)  
بے شک بندہ جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس  
سے (منہ پھیر کر) چلے جاتے ہیں تو ابھی وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا  
ہے کہ دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔ (بخاری و مسلم عن انس)  
حضرت انس ہی سے صحیح مسلم میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔  
ان المیت اذا وضع في قبره انه يسمع خفق نعالهم  
اذا انصرفوا (مسلم ج: ۱ ص: ۳۸۶)  
بے شک جب مردے کو اسکی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور جب  
وہ یعنی اس کے ساتھی لوٹتے ہیں تو مردہ یقیناً ان کے جوتیوں کی  
آواز سنتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

”مراد یہ ہے کہ آنی جلدی سوال و جواب شروع ہو جاتا ہے کہ ابھی  
جانے والوں کے قدموں کی آہٹ تک سنی جاسکتی ہے (یہ قبریں یہ آتھن)  
اپنے حوالہ کے لئے تقریر جنجوبی علی مسلم، کوکب الدرودی ص ۲۱۹ پیش کیا ہے۔



اس کے متعلق صرف اتنا پیشتر گیا ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ مردہ جو توں کی چاپ سنتا ہے ہم تو قرآن و حدیث پر لگتے ہیں اور کیفیت کو اللہ کے علم کے سپرد کرتے ہیں۔ محدثین کے مقابلے میں ہم کسی غیر مستند کی رائے کو پیش کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ محدثین جنہوں نے حدیث کو اپنے اساتذہ سے سنا ہوگا ان کو زیادہ صحیح معلوم ہے یا بعد کے علماء کو کہ یہ لفظ معروف ہے یا مجہول اگر امام بخاری نے اس لفظ کو مجہول کے صیغہ سے سنا ہوتا تو وہ کبھی بھی اس حدیث پر باب نہ باندھتے **بَابُ اَمِيَّتِ يَسْمَعُ خَفِقَ نَعَالِهِمْ** (یہ باب کہ مردہ جو توں کی آواز سنتا ہے) باب کا مضمون حدیث کے متن کا شاہد ہے لہذا ثابت ہوا کہ حدیث میں **يَسْمَعُ** معروف کا صیغہ ہے۔ جس کا عالم کا اُس نے حوالہ دیا ہے کہ اس عبارت کا کنا یہ ہونا امام ابو حنیفہ سے بھی ثابت ہے حالانکہ مولوی رشید احمد صاحب فتویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں۔

”حضرت امام اعظم سے اس باب میں (عدم سماع موتی) کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں شاذ ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۹۳) ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ بخاری کے اس باب باندھنے کے ”المیّت یسمع قرع النعال“ یعنی مردہ جو توں کی چاپ سنتا ہے کے متعلق الزین بن المیز نے کہا کہ مصنف (بخاری) کے اس مضمون کے باب باندھنے سے اُن کی مراد یہ ہے کہ اس طریقہ کو آداب و فن میں اولیت حاصل ہے کہ وقار برقرار رکھا جائے شور و شر سے اجتناب کیا جائے اور شدت کے ساتھ پیروں کو زمین پر نہ مارا جائے جیسے کہ ایک زندہ سونے والے



کے لئے ہونا چاہیے اور ایسا لگتا ہے کہ بخاری نے (نبی کے الفاظ سے) یہ نکالا ہو کہ آدمیوں سے جیسا کچھ سنا جاتا ہے ویسا ہی فرشتوں سے بھی سنا جاتا ہے۔ ابن المیز قریستان میں شور و غل سے منع کر رہے ہیں اور شدت کے ساتھ پیروں کو زمین پر مارنے سے منع فرما رہے ہیں کیونکہ اس طرح کو شور و غل اور زمین پر پیروں کے مارنے کی آواز سے تکلیف ہوگی۔ ابن المیز نے تو یہ کہیں نہیں کہا کہ مردہ انسانوں کے جوتیوں کی آواز نہیں سنتا بلکہ وہ فرشتوں کی جوتیوں کی آواز بھی سنتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے ترجمہ کیا ہے۔ اور فرشتوں کے جوتیوں کی آواز سننا لوگوں کے جوتیوں کی آواز سننے کے منافی نہیں۔ ابن المیز نے جوتیوں کا نام تک نہیں لیا معلوم نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کو جوتیوں کا خیال کیسا آگیا۔

اب مزید وضاحت یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ دو فرشتے آتے ہیں تو ان کے لئے تشبیہ کا صیغہ آنا چاہیے تھا۔ یعنی بجائے نعالہم کے نعالہما ہونا چاہیے تھا۔ دو کے لئے جمع کا صیغہ عربی قواعد کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس کی تردید میں لکھتے ہیں کہ عربی زبان میں دونوں طریقے رائج ہیں تشبیہ (دو) کے لئے جمع کا استعمال عام ہے جیسے قرآن کی آیت ہے

قَالَ كَلَّا إِنَّكَ لَأَنْتَ الَّذِي كَفَرْتَ بِاللَّهِ فَآذِهِم بِأَلْتِنَا إِنَّهُ مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ۔

فرمایا ہرگز نہیں تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر ہم تمہارے ساتھ سب کچھ سنتے رہیں گے۔ (ایت ۱۵ الشعراء)

فَاذِهِم بِأَلْتِنَا إِنَّهُ مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ۔ اس طرح



بخاری کی حدیث خضر میں یہ الفاظ آئے ہیں  
 فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمَا أَنْ يَحْمِلُوهُمَا  
 پس گزری ان دونوں (موسیٰ و خضر) کے پاس سے ایک  
 کشتی پس انہوں (جمع کا صیغہ) نے کشتی والوں سے بات کی  
 کہ وہ ان دونوں کو کشتی پر سوار کریں۔ (بخاری ج: ۱ ص: ۲۳)

فکلموہم کے ساتھ ساتھ فکلماہم بھی بخاری کی روایت میں ہے  
 مگر حاشیہ پر اور نسخہ کے طور پر متن میں فکلموہم کو ہی ترمیم  
 دی گئی ہے جو تثنیہ کے بجائے جمع کا صیغہ ہے۔ (عذاب قبر ص: ۱۲)  
 اس سلسلے میں اتنا عرض ہے کہ نَعَالِهِمْ اس مرکب میں ہم  
 کی ضمیر پہلے ہے اس کا مرجع بعد میں مگر سوہ الشعراء کی آیت میں پہلے  
 فَآذْهَبَا آيَاہِ اور بعد میں جمع مَعَكُمْ آيَاہِ اور آگے جو  
 بخاری کی روایت دی گئی ہے۔ اس میں پہلے تثنیہ لھما اور بعد میں جمع  
 فکلموہم آيا ہے۔ اگرچہ موصوف نے نسیم کیسے کہ ایک نسخہ میں  
 فکلماہم کے الفاظ بھی آئے ہیں مگر حدیث قرآن نَعَالِهِمْ میں  
 جمع کی ضمیر پہلے آئی ہے اور تثنیہ کی بعد میں لہذا موصوف نے جو بحث  
 کی ہے وہ لا حاصل ہے اور چونکہ یہاں واضح قرینہ بھی موجود ہے اس لئے  
 ان مقامات پر ترجمہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف تو حدیث نَعَالِهِمْ  
 میں بھی نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام سے حضرت ابن عباس رضی  
 روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ :



جب میت کو دفن کیا جاتا ہے تو وہ (دفن کر کے) واپس پلٹ کر جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ (طبرانی درجالہ ثقات) مجمع الزوائد میں ہے۔

سنت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میت منہ پھیر کر واپس پلٹ کر جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ (رواہ البرازو، شاوہ حسن) (مجمع الزوائد ج ۳: ۵۲)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خود مردہ کا سنا اور واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنا ثابت ہوا تو خواہ مخواہ و اوپلا مچانے کے کیا معنی۔ اب عثمانی صاحب کو چاہیے تھا کہ اِنَّا اَلْمَلِیَّتْ یَسْمَعُ قُرْعَهٗ نِعَالِ الْمَلَائِكَةِ۔ کسی ضعیف روایت سے ثابت کرتے۔ لیکن ایسا وہ کبھی بھی نہیں کر سکتے۔ جس طرح عثمانی صاحب نصوص کے رد کرنے کے لئے عقلی باتیں پیش کرتے ہیں اس طرح ہم بھی اس کے اس قول پر تبصرہ کر سکتے ہیں۔ کہ فرشتوں کو جوتیاں پہننے کے سلسلہ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ فرشتے جب اپنی اصلی صورت میں ہوتے ہیں تو کونسا لباس پہنتے ہیں اور کس قسم کے جوتے پہنتے ہیں جس کی آواز زندہ چھوڑ دو مردے بھی سنتے لیکن یاد رہے کہ ملائک جب کسی انسان کی شکل اختیار کریں تو جس طرح انسان اپنے لباس میں نظر آتا ہے اسی طرح وہ بھی (فرشتے) نظر آتے ہیں اور انسانوں کے احکامات بھی اُن پر انسانوں پر صادر کئے جاتے ہیں۔ جس طرح ایک جن سانپ کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اگر ایک انسان اس کو



سمجھ کر مار ڈالے تو گویا اس نے سانپ کو مار ڈالا نہ کہ جن کو۔ عثمانی صاحب نے یہ ثابت کر دیا کہ ملائک کرام کے لباس اور جوتے بھی ہوتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ بخاری و مسلم کے علاوہ دوسری روایتوں میں تو یہاں تک آیا ہے کہ بدر و حنین میں ان کے سروں پر زنگین علمے تھے، کپڑے، ہتھیار اور علمے تو فرشتے پہن سکتے ہیں مگر جوتے نہیں پہن سکتے بوزخ میں انسانوں کے پاس آئیں تو لازم ہے کہ ننگے بدن، ننگے سر اور ننگے پیر آئیں۔ درنہ اپنے استدلال کے پائے جو ہیں کے سخت بے تمکینی کا مدعا داخل ہو جا گا۔ (عذاب قبر ص ۱۳، ص ۱۴)

اس کا نہایت مختصر جواب یہ ہے۔ قبر میں سوال جواب کے لئے جو فرشتے آتے ہیں وہ اپنی اصلی شکل و صورت میں ہوتے ہیں کیونکہ حالات نزع میں میت فرشتوں کو دیکھتا ہے۔ البتہ نبی کریم صلی علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نے بھی جن فرشتوں کو دیکھا تھا وہ انسانوں کی شکل میں تھے اور جب فرشتہ انسانی شکل میں ہو تو وہ کپڑے جوتے وغیرہ پہن سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو ہتھیار پہنے ہوئے دیکھا تھا تو وہ انسانی شکل میں تھے اور حدیث جبرائیل میں جو واقعہ موجود ہے تو وہاں بہت سے صحابہ کرامؓ بھی تشریف فرما تھے اور حضرت جبرائیل ان کے موجودگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان، احسان، قیامت، اور علامات قیامت سے متعلق سوالات پوچھے تھے۔ درنہ خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیلؑ کو ان کی اصلی



صورت پر صرف دو ہی مرتبہ دیکھا تھا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے  
 ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ثُمَّ دَنَا  
 فَتَدَلَّىٰ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ۔ (النجم، ۶، ۹)  
 حضرت جبرائیل (جو بڑا صاحب حکمت ہے وہ سامنے آکھڑا ہوا  
 جبکہ وہ بالائی افق پر تھا پھر قریب آیا اور اوپر معلق ہو گیا یہاں  
 تک کہ دونوں کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔  
 آگے ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ  
 عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ۔ (النجم، ۱۳، ۱۵)  
 اور ایک مرتبہ پھر اس نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اسکو دیکھا  
 جہاں پاس ہی جنت المادویٰ ہے۔

دوسری مقام پر ارشاد ہے:

وَلَقَدْ رَأَاهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ۔ (التکویر، ۲۳)  
 وہ اس فرشتے کو آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھ چکا ہے۔  
 بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ  
 مَا رَأَىٰ كِي تَفْسِيرٍ میں بیان فرمایا کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام  
 کو اس صورت میں دیکھا کہ اُن کے چھ سو بازو تھے (بخاری و مسلم)  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس جو فرشتے



آئے تھے وہ انسانی شکل میں تھے۔ اس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عام طور پر وحیہ کلبی کی شکل میں آیا  
کرتے تھے۔

تو ان دلائل سے یہ ثابت ہوا کہ اگر ملائکہ یا جن انسانی شکل میں قبر  
والے کے پاس اُس وقت جائے جب کہ لوگ اُن کے دفن سے فارغ  
ہو کر واپس جاتے ہیں تو مردہ ان کے جوتیوں کی آواز بھی سُننے گا۔ لیکن قبر  
میں جو مردہ کے پاس فرشتے آتے ہیں اُن کی کیفیت یوں ہے۔

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
نے ارشاد فرمایا کہ جب قبر میں مردہ کو رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے  
پاس دو فرشتے کالی کیری آنکھوں والے آتے ہیں جن میں سے  
ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے۔

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص ۲۵)

اس روایت میں یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ فرشتے مردہ کے پاس انسانی شکل میں  
حاضر ہوتے ہیں۔ فرشتوں کا تعلق بھی چونکہ پردہ غیب سے ہے اور بن دیکھے  
ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس لئے اگر فرشتے اصلی شکل میں ظاہر ہو گئے  
تو پھر عمل کی مہلت ختم ہو جائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ مَدَدٌ وَ لَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكَاً  
لَقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنظَرُونَ ۝ وَ لَوْ جَعَلْنَا مَلَكَاً لَجَعَلْنَاهُ  
رَجْباً ۝ وَ لَلْبَشَاءُ عَلَيْهِمْ مَا يُدِيرُونَ ۝ (انعام، ۹۰۸)



کہتے ہیں کہ اس نبی پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا اگر کہیں ہم نے فرشتہ اتار دیا ہوتا تو اب تک کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا پھر انہیں کوئی مہلت نہ دی جاتی۔ اگر ہم فرشتے کو اتارتے اور اس طرح اسی شبہ میں مبتلا کر دیتے جس میں اب یہ مبتلا ہیں۔

معارف القرآن میں ہے۔ فرشتوں کے نازل ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ فرشتہ اپنی اصلی ہیئت و صورت میں سامنے آجائے تو اس کی ہیئت کو کوئی انسان برداشت نہیں کر سکتا بلکہ ہول کھا کر فوراً مرجانے کا خطرہ ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ بشکل انسانی آئے جیسے جبرائیل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بہت سے مرتبہ بشکل انسانی آئے۔ تو اس صورت میں اس سوال کرنے والے کو جو اعتراض آپ پر ہے وہی اس فرشتہ پر بھی ہوگا کہ یہ اس کو ایک انسان ہی سمجھے گا۔

مردے کا کلام جو جنازہ پر کرتا ہے۔ اس کے متعلق امام بخاری نے باب باندھا ہے۔ "بَابُ كَلَامِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ" اور اس کے تحت نقل حدیث کرتے ہیں۔

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب جنازہ تیار ہو جاتا ہے اور لوگ اس کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لیتے ہیں اگر وہ نیک ہو تو کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو اور اگر برا ہوتا ہے تو کہتا ہے افسوس تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو انسان کے سوا



تمام چیزیں اسکی آواز سنتی ہیں اگر اس کو آدمی سنے تو بے ہوش ہو جائے گا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۱، مشکوٰۃ ص ۱۲۲)

امام بخاری نے دوسرے مقام پر یوں باب باندھا ہے۔  
 بَابُ قَوْلِ الْمَيِّتِ وَهُوَ عَلَى الْجَنَائِزَةِ قَدْ سُرِنِي -  
 یعنی میت کا یہ کہنا جب کہ وہ ابھی جنازہ پر ہوتا ہے مجھے جلدی لے چلو۔

معلوم ہوا کہ امام بخاری کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ انسان جب مرتا ہے تو اس کی میت کلام کرتی ہے۔ اور یہ کلام ایسا ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے پردہ غیب میں نہ رکھا ہوتا تو انسان اُسے سُن کر بے ہوش ہو جاتا یا ہلاک ہو جاتا بخاری کی دوسری روایت میں یہ ہے:

قَالَتْ لِأَهْلِهَا - یعنی میت اپنے گھروالوں سے کہتی ہے۔  
 یہ اور اوپر کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہی لاش کلام کرتی ہے کیونکہ وہ عالم برزخ میں جا کر اپنے گھروالوں سے کلام کرنے سی رہی۔ اب کسی مومن کو یہ حق حاصل نہیں کہ خدا اور اس کے رسول کے معاملہ میں نافرمانی کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِ وَلَا الْمُؤْمِنَةِ إِذَا قَضَى اللَّهُ رِسْوَلَهُ  
 أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخَيْرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ  
 يَعْصِ اللَّهَ وَرِسْوَلَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ○

(احزاب ۳۶)



کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اُسے اپنے معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب "عذاب قبر" میں جو چیخے یا واویلا مچائیں لیکن ان کا چیخنا بے کار ہے۔

اس حدیث سے تو صاف معلوم ہوا کہ یہ مردہ ہے زندہ نہیں۔ بھائی کس نے کہہ دیا کہ وہ مردہ نہیں افسوس صد افسوس ہے تمہاری عقل پر۔ یہاں تو ساری میت ہی کے بارے میں ہو رہی ہے راحت قبر یا عذاب قبر زندہ کو تو نہیں ہوتا۔ مرنے کے بعد سے قیامت تک کے تمام مراحل سے مردہ ہی گزرتا ہے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ مردہ شعور رکھتا ہے بلکہ وہ راحت و آرام کو بھی محسوس کرتا ہے اور عذاب کو بھی۔ وہ کلام بھی کرتا ہے جسے ہم اول آپ نہیں سن سکتے۔ مردہ کا معاملہ چونکہ پردہ غیب یعنی برزخ سے ہے اس لئے اس کا اظہار نہیں ہوتا اور ہم اُسے محسوس نہیں کر سکتے۔

سمع موتی کا معنی بھی یہی ہے کہ مردے کا سننا اس میں زندے کا سننا مراد نہیں ہے لیکن مرنے کے بعد عالم برزخ کا عالم شروع ہوتا ہے جس کا تعلق آخرت اور دنیا سے بھی ہے۔ برزخ دنیا اور آخرت کے درمیان پردہ ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی برزخی زندگی دوسرے لوگوں کی زندگی سے اعلیٰ ہوتی ہے ان کا ادراک نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ انور شاہ کشمیری



فیض الباری میں لکھتے ہیں کہ :

» مردے کا سنا حدیث متواتر سے ثابت ہے اور اس کا شمار دوسرے

تک پہنچتا ہے۔ «

شاہ عبدالعزیزؒ فتاویٰ عزیزی میں لکھتے ہیں کہ :

» بالجملہ انکار اور اک و شعور اموات اگر کفر نہ باشد در الحاد

بودند اوشیہ نیست۔ «

مردے کا ادراک اور شعور سے انکار کرنا اگر کفر نہیں ہے دینی تو

ضرور ہے (فتاویٰ عزیزی)





## قبروں اور آستانوں پر عقیدت مندوں کا هجوم

کتابچہ ”یہ قبریں یہ آستانے“ کے صفحہ ۲ پر قبروں اور آستانوں پر عقیدت مندوں کے هجوم کے بارے میں حق و باطل کو ملا کر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں غرض ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا..... الخ  
ڈاکٹر صاحب اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا تَلْبَسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ ۲۳)  
حق یہ ہے کہ زیارت القبور مستحب اور سنت ہے بطابق حدیث جو آپ نے صحت پر نقل کی ہے

قال كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزروا وها۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! میں نے تم کو قبروں

پر جانے سے منع کر دیا تھا لیکن اب اجازت دیتا ہوں۔

اور باطل چرس، بھنگ، عریانی فحاشی وغیرہ ہیں لیکن ہر باطل باتیں صرف

زیارت قبور کے موقع پر منع و حرام نہیں بلکہ ہر جگہ منع و حرام ہیں۔ پھر

اسی کے صفحہ ۲ پر حدیث جناب رضی اللہ لکھ کر ڈاکٹر صاحب موصوف



مسلمانوں کو دعوہ دیتے ہیں۔ کہ دیکھیں زیارت قبور کے لئے سخت، وعید آئی ہے۔ بھائیو! فقہاء نے اس بارے میں بہتر فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ خود ڈاکٹر صاحب کے گواہ "ردالمحتار" کتاب الجنائز میں لکھتے ہیں۔

لا تترك لما يحصل عندها من منكرات و مفاصد  
كاختلاط الرجل بالنساء وغيرها لان القربات  
لا تترك لمثل ذلك بل على الانسان فعلها وانكار  
البدع -

زیارتہ القبور کو اس لئے نہ چھوڑا جائے کہ وہاں پر ناجائز کام ہوتے ہیں جیسے مرد اور عورت کا خلط ہونا وغیرہ۔ کیونکہ انہ جیسی ناجائز چیزوں سے مستحبات نہیں چھوڑے جاتے بلکہ انسان پر لازم ہے کہ زیارت قبور بجائے اور بُرے کاموں سے روکے۔

اب رہا یہود و نصاریٰ پر لعنت آنے کا معاملہ۔ تو ان پر لعنت صرف خاص اس وجہ سے آئی ہے کہ وہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جیسا کہ ڈاکٹر صاحب کے ذکر کردہ حدیث جناب سے پہلے مشکوٰۃ شریف کے اسی صفحہ ۶۹ پر ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں۔

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور  
انبيائهم مساجد



یہود و نصاریٰ پر خدا لعنت کرے انہوں نے اپنے پیغمبروں

کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔

لیکن محض تبرک کے لئے کسی بزرگ کے قریب میں جبکہ قبر سامنے نہ ہو نماز پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ حدیث میں اس بات کی قطعاً ممانعت نہیں۔ اور نہ بزرگوں کے قبروں کے پاس دعا کرنے میں ممانعت ہے بلکہ ان کے قرب میں دعائیں زیادہ اثر پیدا کرتی ہیں۔ یعنی اثر پذیر ہوتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

هُنَالِكَ دُعَاؤُكَ يُرِيبُكَ (ال عمران ۳۸)

وہاں بی بی مریم کے پاس گھڑے ہو کر ذکر یا علیہ السلام نے بیٹے کی دعا کی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قرب میں دعا و عبادت کی قبولیت کے زیادہ امید ہے۔

## سورۃ النحل آیت ۲۰، ۲۱ کی تشریح

ان آیتوں کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے قرآن کریم میں ڈاکٹر صاحب کی تحریف یہودیت پسندی اور بددیانتی ملاحظہ کیجئے۔  
 را۔ سب سے پہلے ان کی بددیانتی اور فریب دہی یہ ہے کہ انہوں نے ان آیتوں کی پوری تشریح کی چوری مولانا مودودی صاحب کی تفسیر



تفسیر القرآن جلد ۲، ۵۳۲، ۵۳۳ سے کی ہے۔ حالانکہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے دوسرے کتابچے "ہماری دعوت" کے صفحہ ۱۵ پر مولانا صاحب کے عقائد کو مشرکانہ شمار کیا ہے۔ تعجب ہے کہ جو لوگ ڈاکٹر صاحب کے فتویٰ کے زوہیں آکر مشرک قرار پاتے ہیں پھر بھی آپ ان کے اقوال سے احتجاج کرتے ہیں اور انہیں کی عبارتوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں سچ ہے۔ دروغ گو را حافظہ نہ باشد۔

۲۔ پھر ص ۳، ص ۳ پر لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں... الخ لامحالہ مایشعرون ایان یبعثون سے مراد انبیاء، شہداء صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہو سکتے ہیں۔ حضرات! قرآن کریم کی ان آیتوں میں مذکورہ غیر معمولی انسانوں کا ذکر کہیں بھی نہیں۔ یہ قرآن کریم پر صریحاً افتری ہے تلبیس ہے۔ فریب کاری ہے۔ اور انبیاء صالحین سے بغض و عناد کی کھلی دلیل ہے۔ کیا قرآن کریم میں تحریف معنوی کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ سے کوئی جیا نہیں آتی۔

۳۔ ان آیتوں کے تحت ڈاکٹر صاحب کی گواہ تفسیر ابن کثیر نے لکھا ہے۔

وقوله اموات غیر احياء ای ہی جمادات لا ارواح

فیہا فلا تسمع ولا تبصر ولا تعقل (جلد دوم ص ۵۶۵)

چنانچہ ڈاکٹر صاحب کے نقل کے مطابق انبیاء، اولیاء، شہداء اور

صالحین سب کے سب بہرے، اندھے اور بے عقل ثابت ہوئے۔

۴۔ انبیاء، اولیاء کو یدعون من دون اللہ۔ میں شامل کرنے والے



ڈاکٹر صاحب کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ اس طرح تو پھر انبیاء و اولیاء کو باطل بھی ماننا پڑے گا۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

ذالك بان الله هو الحق وان ما يدعون من  
دونه الباطل (لقمان ۳۰)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

بان الله هو الحق وان ما يدعون من دونه الباطل (الحج ۶۲)

بے شک اللہ تعالیٰ حق ہے اور وہ جس کے یہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں۔

اور ڈاکٹر صاحب کی تشریح کے مطابق وہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں یعنی انبیاء، شہداء اور صالحین وغیرہ باطل ہیں۔

۵۔۔ اس طرح اگر انبیاء و اولیاء (لتبرون من دون الله) سے مراد ہوں تو پھر وہ معاذ اللہ جہنم کا ایندھن قرار پائیں گے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔

انکم و ما تعبدون من دون الله حصب جهنم (الانبیاء ۹۸)

۶۔ آسمانِ اَحیاء سے مراد قبروں اور قبروں سے خصوصاً انبیاء، شہداء

صالحین مراد لے کر ڈاکٹر صاحب نے معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ سے یہ نسیان

منسوب کیا ہے کہ اس نے جن نبیوں مثلاً عیسیٰ علیہ السلام جس کا ذکر

ڈاکٹر صاحب نے ص ۱۶ پر خود بھی کیا ہے کہ زندہ ہونے کا اعلان اپنے



کلام پاک (سورۃ النساء ۱۵۸) میں کرچکا ہے یا شہداء کو (ال عمران ۱۶۹) میں مردہ نہ سمجھنے بلکہ زندہ سمجھنے کی ہدایت فرمائی ہے اسے بھول گیا کہ کم از کم ان کو حسب اعلان قرآن مستثنیٰ قرار دیا جانا ضروری تھا۔

۷۔ لکٹری اور پتھر کے بتوں کو جہنم سے بچانے کے لئے ص ۳ پر لکھا ہے کہ ان کے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حالانکہ قرآنی فرمان وقودھا الناس والحجارة (البقرہ ۲۲) سے خوب ظاہر ہے کہ بت محشور ہوں گے ورنہ والحجارة کا لفظ قرآن میں لغو تھا۔

۸۔ اموات کے بعد غیر احياء فرما کر اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کبھی صفات حیات ظاہری سے موصوف تھے مستثنیٰ فرمایا۔ اور ان کے حکم میں صرف وہی چیزیں آسکتی ہیں جو کبھی صفت حیات سے موصوف نہیں تھے یعنی پتھر اور بت

۹۔ سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان آیتوں کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔

والذین تدعون تعبدون من دون الله لا يخلقون شيئاً  
لا يقدرون ان يخلقوا شيئاً خلقنا وهم يخلقون  
يختون مخلوقة منحوتة اموات اصنام اموات غير احياء  
وما يشعرون يعني الاله ايان يبعثون من القبور  
فيحاسبون (تفسیر ابن عباس ص ۱۶۸، ص ۱۶۹)

عبداللہ ابن عباس صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تدعون کا معنی



عبادت کرتے ہیں۔ مخلوقوں کا معنی گھڑی ہوئی تراشی ہوئی مخلوق اور امتوں  
کا معنی صاف طور پر بت بے جان کیا ہے۔ کیا کوئی ایماندار یہ کہہ سکتا ہے کہ  
صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ غلط ہے اور اتحاد ثلاثہ کے سربراہ کا ترجمہ  
صحیح ہے نہیں ہرگز نہیں

زمن برصوفی و ملاسلماے : کہ پیغام خدا گفتند مارا  
ولے تاویل شان در حیرت انداخت خدا و جبریل و مصطفیٰ را

## قوم نوح علیہ السلام کے اولیاء

ڈاکٹر صاحب نے صٹ پر لکھا ہے کہ قوم نوح علیہ السلام کے دو، سواع،  
یعوث، یعوق اور سنریہ سب اولیاء اللہ تھے جنہیں بعد کے لوگ خدا بنا کر پوجنے  
لگے۔ یہ خط کشیدہ فقرہ نہ قرآن کی آیت کا ترجمہ ہے نہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی  
متعلقہ حدیث کے الفاظ کا ترجمہ ہے۔ یہ سراسر خدا، خدا کے رسول اور رسول کے  
صحابی پر صاف جھوٹ اور افتراء ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان بزرگوں کے نام پر  
بت بنا کر ان بتوں کی عبادت کرنے لگے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس حقیقت کا اظہار  
کئی موقعوں پر آیا ہے جیسا کہ

ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتوا (یوسف، ۲۰)

نہیں عبادت کرتے تم سوائے اس کے۔ مگر ناموں کے۔ کہ نام رکھا  
ہے تم نے ان کا۔



دوسری جگہ فرمایا ہے۔

ان ہی الا اسماء سمیتوها انتم وایاتکم (النجم ۲۳)  
 نہیں یہ مگر نام۔ کہ مقرر رکھا ہے تم نے ان کو اور باپوں تمہارے  
 اور حدیث شریف کے الفاظ ایسے ہیں جو کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنا فاسد عقیدہ  
 ثابت کرنے کے لئے خورد برد کیا ہے۔

اوحی الشیطن الی قومہم ان الضیو الی مجالسہم التی  
 کانو یجلسون انصاباً وسموها باسمائہم۔ (بخاری شریف ج ۲) ص ۶۳۲  
 شیطان نے ان کے قوم کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ جہاں یہ لوگ  
 بیٹھا کرتے تھے وہاں بت نصب کرو اور ان بتوں کو ان بزرگوں

کا نام دے دو۔

پس واضح ہوا کہ مشرکین اصنام کی عبادت کرتے تھے اگرچہ ان بتوں کا نام  
 انبیاء یا اولیاء کے نام پر رکھتے تھے یا ملائکہ مقربین کے نام پر۔ اور ہمارا  
 تو ایمان ہے۔ کہ اگر بت پرخواہ خود اللہ تعالیٰ کا نام کیوں نہ رکھا جائے۔ تو  
 بھی اسکی عبادت شرک ہے اور ناقابل معافی جرم <sup>عظیم</sup> ہے۔ جیسا کہ سامری نے  
 بچھڑے کی صورت کا بت بنا کر اُسے بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا  
 خدا قرار دیا تھا۔

فقالوا هذا الہکم والہ موسیٰ (ظہ ۸۸)

یہ ہے معبود تمہارا اور موسیٰ کا۔

اب میں ڈاکٹر صاحب سے پوچھتا ہوں :



کیا آج امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم نے کسی ولی۔ شہید یا نبی کا بت بنایا ہوا ہے ؟

۲:- اور بنائے ہوئے بت کو یا کسی بزرگ کو یہ مسلمان خدا سمجھتے ہیں ؟  
 ۳:- کیا قبروں پر بت کا اطلاق جائز ہے۔ اگر ہے تو ان کی زیارت کا جواز کیسے جیسا کہ آپ نے ص ۳ سطر ۲۰ پر خود نقل کیا ہے اور زیارۃ القبور کو بلا ارادہ تسلیم کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب نے قدم قدم پر تحریف و خیانت کا جال بچھا کر اس حقیقت کو واضح سے واضح تر کر دیا ہے کہ ان کے اتحاد ثلاثہ اینڈ کمپنی لمیٹڈ نے توحید کے جس نبی ایڈیشن کی اشاعت شروع کی ہے اس کی اساس ہی افتری و تبیس پر رکھی گئی ہے۔ خدا ہم سب مسلمانوں کو اس شیطانی توحید سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

## نعرہ رسالت

صفحہ ۴، سطر ۱ پر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: معلوم ہوا کہ نعرہ رسالت ... الخ سارے کے سارے مسلمان اور مومن کے نہیں مشرک کے ہیں۔ اس خط کشیدہ کفر کے فتویٰ کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کے اپنے موصوف گواہ ص ۴ پر پیش کئے ہوئے کی زبانی سنئے۔

مسلم شریف جلد دوم ص ۴۹ پر لکھا ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ



فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت مدینہ منورہ تشریف لائے تو  
فصعد الرجال والنساء فوق السبوت وتفرق الغلمان والخدم في  
الطرق نيا دون يا محمد يا رسول الله۔

مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خادموں گلیوں میں ٹولیاں  
بنا کر یا محمد یا رسول اللہ کہتے تھے۔

اب ڈاکٹر صاحب بتائیے کہ آپ کے فتویٰ سے مدینہ منورہ کے یہ صحابہ کرام  
اور آپ کا موصوف گواہ مسلم شریف والے مشرک ٹھہرے یا نہیں؟

۸ اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی  
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھرنہ ہو

ڈاکٹر صاحب کے دوسرے گواہ علامہ ابن کثیر نے اپنی مشہور و معروف  
تاریخ کی کتاب "البدایہ والنہایہ" جلد ۶ ص ۳۲۲ میں لکھا ہے کہ۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مقابلہ جب مسلمہ کذاب سے  
ہوا تو اس وقت مسلمہ کذاب کے ساتھ ساٹھ ہزار فوج تھی اول  
مسلمان بہت ہی کم تھے۔ اس جنگ میں مسلمانوں نے ایسی ایسی  
سختیاں چھیلیں کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے جب حضرت خالد  
اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا کہ حالات نازک ہیں تو۔

فنادی بشعار المسلمین وكان شعارهم يومئذ يا محمد  
انہوں نے مسلمانوں کے شعار کے مطابق ندا کی اور اس دن ان کا شعار

یہ ندا تھی۔ یا محمد آ



جس کا اثر یہ ہوا کہ مسیلمہ کذاب ہلاک ہو کر واصل بہ جہنم ہوا۔

اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔“

اب کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب کا اتحاد ثلاثہ اینڈ کمپنی لمیٹڈ۔ ان صحابہ کے بارے میں جنہوں نے ”یا محمد“ کا نعرہ لگایا تھا ع

بدین عقل و دانش بباہد گریست

ڈاکٹر صاحب کا ص ۳ پر سورۃ الاعراف کی آیت ۱۹۴ کے

سیاق و سباق کو قرآن میں دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا۔ کہ یہ آیت

بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ اس آیت سے پہلے والی

آیت میں وہم یخلقون وہ خود بنائے گئے ہیں اور بعد والی آیت

میں فرمایا اللهم ارجل یمشون بہا... الخ حالانکہ بتوں کے ہاتھ

پاؤں کان اور آنکھیں تو ہوتی ہیں مگر ان میں قوت نہیں ہوتی چنانچہ ڈاکٹر

صاحب کے گواہ ابنے کثیر ان آیت کے تحت لکھتے ہیں

ثم ذکر تعالیٰ انہما عبید مثل عابدیہا انی مخلوقات

مثلہم بل اناس اکل منها لانہا تسمع و تبصر و تبطش

وتلك لا تفعل شیاً من ذالك۔ (جلد دوم ص ۲۹۶)

یہ بت مخلوق ہونے میں تم ہی جیسے عاجز ہیں بلکہ تم ان سے اکل ہو

بھائیو! اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوگا۔ کہ بتوں کے حق میں اُتری ہوئی

آیتیں اولیاء پر چسپان کی جائیں یہ تو خاریجیوں کا طریقہ ہے۔

کان ابن عمر یراہم شرار خلق اللہ وقال انہم



الظالمون الى آيات نزلت في الكفار على المؤمنين .  
 ابن عمر رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں کو ساری مخلوق میں شریر ترین سمجھتے  
 تھے جو کافروں کے حق میں اتری ہوئی آیتوں کو مسلمانوں پر چسپاں سے  
 کرتے ہیں (بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۲۴)

اگر تدعون کے معنی پکارنے کے لئے جائیں تو جس طرح بھی کوئی کسی کو  
 پکارے وہ شرک ہے۔ اور دین میں پھر کوئی شخص مسلمان نہ رہ سکے گا۔ ضرور  
 ماننا پڑے گا۔ کہ یہاں تدعون کے معنی تعبدون کے ہیں اور  
 سے مراد وہ بت ہیں جو انسان کی مثل بنائی جاتی تھیں اور کفار و مشرک انکی پوجا  
 کرتے اور ان کو معبود سمجھ کر پکارتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب کے ص ۲۷ کے گواہ امام نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں  
 کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ہوا پاؤں سن ہو گیا۔ انہوں نے یا محمد اہ  
 کہا اور اسی وقت اچھا ہو گیا۔ (کتاب الاذکار ص ۲۶)  
 پس معلوم ہو کہ یہ سارے نعرے جن کو ڈاکٹر صاحب نے مشرک کے  
 بتائے ہیں یہ صحابہ و مسلمانوں کے شعار ہیں نہ کہ مشرکین کے۔ فافہم۔

## شُرک کی تعریف

الاشراك هو اثبات الشريك في الالهية، یعنی وجوب  
 الوجود كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة  
 الاصنام (شرح عقائد ص ۵۶)



یعنی شرک ثابت کرنا ہے شرک کا الوہیت بمعنی واجب الوجود  
میں جیسے مجوسی کرتے ہیں یا بمعنی استحقاق عبادت میں جیسا بت  
پرست کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہوا کہ واجب الوجود یعنی اپنی ذات و صفات میں دوسروں  
سے بے نیاز صرف اللہ تعالیٰ ہے تو اگر کوئی کسی دوسرے کو اس کی ذات  
و صفات میں بے نیاز اور بے حاجت مانے وہ شرک ہے اسی طرح  
اگر کوئی دوسرے کی عبادت کرے وہ بھی شرک ہے۔ چنانچہ اطلاقاً  
شرعیہ میں جب مطلقاً شرک بولا جاتا ہے تو اس سے اکثر یہی شرک  
مراد ہوتا ہے اسی کو شرک اکبر کہتے ہیں اسی کے حق میں اللہ تبارک و تعالیٰ  
نے فرمایا ہے۔ ان الله لا یغضون یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک  
اس کے علاوہ شرک کا اطلاق کبھی اور معنی پر بھی ہوتا ہے اس کو شرک  
اصغر کہتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے الریاء شرک خفی  
عبادات میں اخلاص نہ کرنا یعنی ریا کاری چھپا شرک ہے۔ شرک اکبر کی  
پانچ صورتیں قرآن میں آئی ہیں۔

۱۔ یہ کہ خدا کی ہستی کا انکار کیا جائے اور زمانہ کو موثر سمجھا جائے مہودہ  
وسرے ان جیسی مشرکوں کی یادگار ہیں جیسے فرمایا۔ وما یمھلکنا الا الدھر  
(المجاشیہ ص ۲۷) ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ۔

۲۔ کسی کو رب کی طرح خالق ماننا جیسے پارسی خالق خیر کو نردان اور خالق شر  
کو اہرن کہتے ہیں جیسے فرمایا۔ ارونی ماذا خلقوا من الارض  
(الاحقاف ص ۷)



مجھے بتاؤ کہ ان معبودوں نے زمین سے کیا پیدا کیا ہے  
 ۳۔ یہ کہ خالق ہر چیز کا تورب ہے مگر وہ ایک بار پیدا کر کے تھک گیا۔  
 اب ہمارے معبودین اس کی خدائی کو چلاتے ہیں چنانچہ فرقہ تعطیلیہ  
 اس قسم کے مشرکوں کی یادگار ہے و ما مسنا من لغوب (ق ۲۸)  
 اور ہم کو تھکن نہیں آئی۔

۴۔ کسی کو خدا کا ہم جنس مانا جائے جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
 اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کے بیٹے مانتے ہیں۔ و قالت  
 الیہود عزیر ابن اللہ و قالت النصری المسیح ابن اللہ  
 (التوبہ) یہودی بولے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی بولے کہ  
 مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔

۵۔ یہ کہ ہر چیز کا خالق و مالک تو اللہ ہے مگر اتنے بڑے عالم کو سنبھالنے  
 کے لئے اس نے مجبوراً اپنے بعض بندوں کو چن لیا ہے جیسے کہ اسمبلی  
 کے ممبر شاہان موجودہ کیلئے۔ فرماتا ہے۔ ھو لاء شفعا ئنا عند اللہ  
 یہ ہمارے شفیع ہیں اللہ کے نزدیک۔ تو ان تمام صورتوں کی شرک  
 کی تردید قرآن کریم کی ایک ہی سورۃ جسے سورۃ اخلاص اور سورۃ التوحید  
 کہتے ہیں میں یوں آئی ہے۔

قل ھو اللہ۔ اس میں دہریوں کا رو ہے کہ دنیا کا معبود صرف اللہ ہے  
 احد۔ پارسیوں کا روجو و خالق مانتے ہیں۔

اللہ الصمد۔ فرقہ تعطیلیہ کا رو



لم یلد ولم یولد :- عیسائیوں اور یہودیوں کا رد۔  
 ولم یکن له کفواً احد - ان لوگوں کا رد جو تدبیر عالم میں اللہ تعالیٰ  
 کو اوروں کا محتاج سمجھتے ہیں۔

اب یاد رکھیے کہ قرآن کریم میں حدیث نبویؐ میں سماع موتی حیات النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم کس کے وسیلہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا۔  
 زیارة القبور - زیارة روضہ اقدس کو بالکل شرک نہیں کہا گیا۔ جیسا کہ ڈاکٹر  
 صاحب مذکور ہیں۔

زیارة قبر المشرک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؑ کیلئے دعا

ڈاکٹر صاحب کا ص ۵ پر بعض محدثین کا زیارة قبر المشرک کا باب باندھنے  
 اور حضرت آمنہؑ کی زیارت و دعا کے بارے میں واضح ہو کہ زیارة قبر المشرک  
 سے صرف زیادہ القبور کی ایک قسم واضح ہو گئی ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب  
 کا ص ۶ کے گواہ علامہ سمہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب وفاء الوفاء ص ۶۲  
 میں زیارة القبور کی قسمیں بیان کی ہیں۔ تذکیر آخرت کیلئے دعا کیلئے تبرک حاصل  
 کرنے کیلئے۔ حتیٰ ادا کرنے کیلئے چنانچہ زیارة قبر المشرک سے صرف تذکیر آخرت  
 حاصل ہو جاتی ہے۔ باقی کچھ نہیں۔

اب رہا حضرت آمنہؑ بی بی کا معاملہ۔ تو جناب زیارة قبر کی اجازت سے  
 معلوم ہوا کہ والدہ ماجدہ مومنہ تھیں۔ ورنہ کافروں کی قبور کی زیارة سے تو  
 منع فرمایا گیا ہے۔ ولا تقم علی قبره انہم کفر و اب اللہ  
 ورسوله (التوبہ ۸۴) اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام



آباد اجداد مومن تھے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ کہ فرمایا: **ومن ذریتنا امة مسلمة لك**۔ پھر فرمایا۔ **ربنا وابعث منہم رسولا منہم** (البقرہ ۱۲۸، ص ۱۲۹) خدایا میری اولاد میں ہمیشہ ایک مومن جماعت رہے۔ اور اے ہمارے مولا اس مومن جماعت میں نبی آخر زمان بھیج دے اور دعائے مغفرت سے اس لئے منع فرمایا کہ بالکل بے گناہ تھیں۔ دعائے مغفرت گنہگار کیلئے کی جاتی ہے۔ دیکھتے بچہ کی جنازہ میں اس کی مغفرت کی دعا نہیں کی جاتی۔ کیونکہ وہ بے گناہ ہوتا ہے۔ اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین مومن موحّد تھے۔ اس سلسلہ میں یہ مسئلہ بسط سے روح المعانی روح البیان، حجة اللہ العالمین، الحاوی للفتاویٰ، صراح بعید، سیرت حلبیہ، الاصابہ، تاریخ الخلفیہ طبقات ابن سعد، معارج النبوة، صادی، قرطبی وغیرہ۔

## قبروں کو پختہ بنانا

اس بارے میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ”قبر کے اوپر کوئی عمارت نہ بنائی جائے۔“ اس سے ڈاکٹر صاحب کا اشارہ گنبد خضریٰ کی طرف ہے جو ان کی آنکھ میں تنکا سالگتا ہے۔ تو بھائیو! حدیث شریف میں صرف بناء علی القبر کی ممانعت ہے۔ قبر فی البناء کی ممانعت نہیں۔ یعنی قبر کے اوپر کوئی عمارت نہ بنائی جائے ایسا کہ قبر دیوار میں آجائے اور قبر کا عمارت کے اندر ہوتا اس کی ممانعت بالکل نہیں آتی ہے۔



ڈاکٹر صاحب کے گواہ ردالمختار باب دفن المیت میں لکھتے ہیں۔

لا یکرہ البناء اذا كانت المیت من المشائخ والعلماء والسادات

اگر میت مشائخ علماء اور سادات میں سے ہو تو اسکی قبر پر عمارت بنا کر وہ نہیں  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں تشریف  
 فرمایاں اگر یہ ناجائز تھا۔ تو پہلے صحابہ کرام اس حجرہ کی عمارت کو گرا دیتے۔ پھر  
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر دیتے پھر زمانہ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں اس  
 کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار بنا دی۔ پھر ولید بن عبد الملک کے زمانہ  
 میں عبداللہ بن ربیع نے صحابہ کرام کی موجودگی میں اس عمارت کو نہایت مضبوط  
 بنایا اور اس میں پتھر لگوائے۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر صاحب کے گواہ الوفاء والوفاء ص ۸۰۸

مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب الدفن میں بروایت ابو داؤد ہے کہ

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان ابن مظعون کو دفن فرمایا  
 تو ان کے قبر کے سرہانے ایک پتھر نصب فرمایا۔ اعلم بہا قبر اخی  
 وادفن الیہ من مات من اہلی۔ ہم اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان  
 لگائیں گے اور اسی جگہ اپنے اہل بیت کے مردوں کو دفن کریں گے۔  
 بخاری شریف کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر میں تعلیقاً ہے حضرت  
 خارجہ فرماتے ہیں ہم زمانہ عثمانی میں تھے۔ ان اشدنا و تبة الذی  
 یتنب قبر عثمان ابن مظعون حتی یجاوزہ، ہم میں سے بڑا کوونے  
 والا وہ تھا جو کہ عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا ہے۔

ان دونوں روایات سے معلوم ہوا کہ قبر کے سرہانے پر پتھر لگانے



کے معنی یہ نہیں کہ قبر سے علیہ سر کے قریب کھڑا کر دیا بلکہ خود قبر میں ہی سر کی طرف اسکو لگایا اور یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی خاص قبر کا نشان کو قائم رکھنے کے لئے قبر کو کچھ اونچا کر دیا جائے یا پتھر وغیرہ سے پختہ کر دیا جائے تو جائز ہے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر اور حضرت محمد ابن حنفیہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کی قبر پر قبہ بنایا۔ متفق شرح موطا و امام مالک میں ابو عبد سلیمان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وضرب عمر علی قبر زینب بن جحش وضربت عائشہ علی قبر ابنیہا عبدالرحمن وضربہ محمد ابن الحنفیہ علی قبر ابن عباس وانا کرہتہ لمن ضربہ علی وجہ السمعة والمباہة حضرت عمر نے زینب بنت جحش کی قبر پر قبہ بنایا۔ حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر قبہ بنایا۔ محمد ابن حنفیہ (ابن علی) نے ابن عباس کی قبر پر قبہ بنایا۔ رضی اللہ عنہم اور جنہوں نے قبہ بنانا مکروہ کہا ہے تو اس کے لئے کہا جو کہ اس فخر و ریاء کے لئے بنایا جائے۔

بدائع الصنائع میں ہے۔ روی ان ابن عباس لما مات بالطائف صلی علیہ محمد ابن الحنفیة وجعل قبرہ منما وضرب علیہ قسطاطاً (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۲)



جب کہ طائف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو ان پر محمد بن حنفیہ نے نماز پڑھی اور ان کی قبر دھلوان بنائی اور قبر پر قبہ بنایا۔

بخاری شریف جلد اکتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابی بکر و عمر رضوان اللہ عنہما

میں ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دیوار گر گئی اخذ وافی بنائے صحابہ کرام اس کے بنانے میں مشغول ہوئے

فبت لهم قدم فحزموا ووطنوا انها قدم النبی علیہ السلام حتی قال لهم عروہ لا والله ما ہی قدم النبی علیہ السلام

ما ہی الا قدم عیس۔ ایک قدم ظاہر ہو گیا تو لوگ گھبرا گئے اور یہ سمجھے کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدم پاک ہے۔ حضرت عروہ نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ حضور علیہ السلام کا قدم مبارک نہیں یہ حضرت عمر فاروق کا قدم ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے بعد تابعین کے زمانہ میں جو روضہ انور سے دیوار گری انہوں نے دیوار بنایا ان کے عقیدہ میں بھی انبیاء پر قبہ بنانا جائز تھے جیسا کہ صحابہ کرام نے وہی قبہ بنایا تھا اور بنانے والے بھی صحابہ کرام تھے۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جذب القلوب

میں لکھا ہے۔ ۵۵ھ ہجری میں جمال الدین اصفہانی نے علماء کرام کی موجودگی میں صندوق کی لکڑی کی حالی اس دیوار کے آس پاس بنائی



اور ۵۵ھ ہجری میں بعض عیسائی عابدوں کی شکل میں مدینہ منورہ آئے اور سرنگ لگا کر نعتش مبارک کو زمین سے نکالنا چاہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار بادشاہ کو خواب میں فرمایا لہذا بادشاہ نے ان کو قتل کرایا اور روضہ اقدس کے آس پاس پانی تک بنیاد کھود سپہ لگا کر اس کو بھر دیا پھر ۶۷ھ ہجری میں قلاؤن صالحی نے یہ گنبد سبز جو اب تک موجود ہے بنوایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس روضہ مطہرہ کو صحابہ کرام نے بنایا تھا اور صحابہ کرام مبتدع نہ تھے اگر کوئی یہ کہے کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات سے ہے تو اس روضہ مبارک میں حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی دفن ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دفن ہوں گے۔

حضرت العلامة اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان

شریف میں لکھتے ہیں۔ کشف النور میں علامہ ابن بابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو مغرور کہتے ہیں کہ ہم عوام پر ڈرتے ہیں کہ جب کوئی کسی کا معتقد ہو جائے تو اس قبر کی تعظیم کرے گا اور اس سے مدد و برکت طلب کرے گا تو اس کے عقائد یہ ہوئے کہ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے ساتھ وجود میں تاثیر رکھتے ہیں تو اس اعتقاد کے ساتھ کافر و مشرک ہو جائیں گے اس لیے ہم ان کو اس فعل سے منع کرتے ہیں اور اولیاء کی قبور کو ڈھاتے ہیں اور ان پر جو عمارت ہو اس کو گراتے ہیں اور



ان کے غلات اتارتے ہیں اور اولیاء کی اہانت کرتے ہیں لیکن عوام کو معلوم ہو جائے کہ اگر اولیاء میں کچھ تاثیر ہوئی تو اس اہانت سے جو ہم کرتے ہیں روکتے۔ پس جان لو کہ یہ کام صریح کفر ہے اور فرعون کے قول سے ماخوذ ہے جو اس نے کہا تھا کہ مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کروں اور وہ اپنے رب کو بلوائے میں ڈرنا ہوں کہ وہ تمہیں بدل دے گا یا زمین میں فساد کرے گا۔ (روح البیان جلد ۴ ص ۲۴)

مولانا سلامت اللہ نے براہین لائحہ میں بحوالہ تحقیق الحق المبین مؤلف شاہ احمد سعید لکھتے ہیں۔

قبر کو اوپر سے پختہ کرنا بلا جواز جائز ہے جیسا کہ در المختار اور اس کی شرح میں ہے اور صاحب در مختار علیہ الرحمۃ نے گنبد بنانے کا بھی فتویٰ دیا ہے اور طوابع الانوار میں بھی اس قول کی تائید ہے۔

پختہ ساختن قبر بالاجائز است بلا کراہت کما فی رد المحتار و شرحہ و تعمیر نمودن گنبد را بہ نزد صاحب در المختار علیہ الرحمۃ فتویٰ دادہ است و فی شرح المسمی بہ طوابع الانوار۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن احادیث میں قبر کو پختہ کرنے کی ممانعت موجود ہے اس سے قبر کا اندرونی حصہ مروہ ہے۔ اس لیے کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے مٹی اور انسان کے درمیان پختہ اینٹ یا پتھر حائل ہو جاتا ہے اس لیے ممانعت ہے۔

تیسرے القاری ترجمہ صحیح البخاری میں ہے۔



حدیث جریدہ سے یہ امر ثابت  
ہوتا ہے کہ قبر کو زمین سے بلند  
کرنا اور اس پر خیمہ لگانا جائز ہے  
علامہ خفاجی جاشیہ بیضاوی میں لکھتے ہیں۔

اس کے مسجد ہونے سے سمجھا جاتا  
ہے کہ قبور پر آبادی جائز ہے جیسا  
کہ کشاف میں اس کی طرف اشارہ  
ہے اور یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اس میں  
نماز جائز ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں علامہ  
کرمانی شارح صحیح البخاری کے حالات میں لکھا ہے۔

علامہ موصوف نے اپنی زندگی  
اپنے لئے شیخ ابواسحاق شیرازی  
کے ساتھ قبر بنوائی اور اس پر  
عالی شان قبہ بنایا پھر اس میں  
مدفون ہوئے۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج  
النبوة میں فرماتے ہیں۔

گویند تجویز خلا نیدن جریدہ بر گور  
را ہے نمود کہ گور را از زمین بلند  
آوردن و خیمہ برے زدن و آبا  
علامہ خفاجی جاشیہ بیضاوی میں لکھتے ہیں۔

وكونه مسجداً يدل على جواز  
البناء على قبور الصحاء ونحوهم  
كما اشار اليه في الكشاف  
وجواز الصلوة في ذلك البناء

کہ در ایام حیات خود برائے خود قبر  
و عاقبت خانہ در جو قبر حضرت  
شیخ ابواسحاق شیرازی درست  
ساختہ بود و بالای آن قبہ عالی  
ترتیب کرد در ہمان مقام مدفون  
شد۔ (بستان المحدثین ص ۱۱۳)



در مطالب المؤمنین گفتہ است  
 کہ مباح داشتہ اند سلف کہ بنا  
 کردہ شود قبور مشائخ و علمائی  
 مشہور تا زیارت کنند ایشان  
 را مردم و استراحت یا بندران  
 و بنشیند در سہایہ آن و نقل کردہ است  
 آن را ز مفاتیح شرح مصابیح  
 و گفتہ است کہ دیدم بہ بخارا  
 قبور کہ عمارت کردہ شدہ است  
 بختہائی تراشیدہ و تجویز کرد  
 آن را اسماعیل زاہد کہ از مشائخ  
 فقہا است۔ (مدارج النبوة جلد ۱)

مطالب المؤمنین میں ہے کہ سلف  
 نے مشائخ و علماء مشہورین کے  
 قبور پر بنا کو بنانا مباح رکھا ہے  
 تاکہ لوگ زیارت کریں اور آرام پائی  
 اور اس کے سایہ میں بیٹھیں۔  
 نقل کیا اس نے مفاتیح شرح  
 مصابیح سے اور کہا میں نے بخارا  
 میں دیکھا کہ اینٹوں کے ساتھ،  
 قبریں عمارت کی بنی ہوئی ہیں۔  
 اس کو اسماعیل زاہد نے  
 جو کہ مشاہیر فقہاء سے ہے  
 جائز رکھا ہے۔

یہی شیخ محقق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جذب القلوب  
 میں لکھتے ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ  
 نے ولید بن عبدالملک کے حکم سے  
 حجرہ شریف کو شہید کر کے عمدہ  
 عمدہ منقش پتھروں سے گنبد  
 اظہر تعمیر کیا۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ  
 بحکم ولید بن عبدالملک آنرا  
 ہدم کردہ حجرہ منقوش بر آوردو  
 بر ظاہر آن خطیرہ دیگر بنا کرد۔  
 (جذب القلوب)



مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کتاب الجنائز باب دُفِنَ المیت میں

لکھتے ہیں :-

پہلے علماء نے مشائخ اور علماء  
کی قبروں پر عمارت بنانا جائز ہے  
تا کہ ان کی لوگ زیارت کریں۔  
اور بیٹھ کر آرام پائیں۔

قد اباح السلف البناء  
على قبور المشائخ والعلماء  
المشهورين ليزورهم  
الناس ويسترحون بالجلوس

تفسیر روح البیان زیر آیت انما یعمرو مساجد اللہ من امن

باللہ میں ہے۔

علماء اور اولیاء صالحین کی  
قبروں پر عمارت بنانا جائز ہے  
جبکہ اس سے مقصود ہو لوگوں  
کی نگاہ میں عظمت پیدا کرنا تاکہ  
لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ جانیں

فبناء القباب على قبور العلماء  
والاولیاء والصلحاء امر  
جائز اذا كان القصد  
بذلك التعظیم فی اعین  
العامة حتی لا یحتقروا  
صاحب هذا القبر۔

(روح البیان)

شیخ عبدالقادر الرافی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریرات الرافی میں

لکھتے ہیں :-

علماء اور صالحاء کی قبروں پر  
گنبد بنانا اور غلاف دیکھنا

فبناء القباب على قبور  
العلماء والصلحاء ووجع



وکپڑے یعنی جھنڈے ان کی  
قبروں پر جائز کام ہے۔

الستور والعمائم والثياب  
على قبورهم أمرٌ جائز  
(تقریرات الرافی ج ۱ ص ۱۲۳)

العلامہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں لکھتے ہیں۔

علماء و سادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور قبر  
کو پختہ نہ کیا جائے۔ (در مختار) یعنی زمین کے اندر سے پختہ نہ کیا جائے

اور اگر اندر چھی ہو اور اوپر سے پختہ ہو تو حرج نہیں۔ (بہار شریعت)

قانون شریعت میں حضرت العلامہ مولانا احمد شمس الدین لکھتے ہیں

علماء و سادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں حرج نہیں اور قبہ کو پختہ  
نہ کیا جائے (در مختار) یعنی اندر سے پختہ نہ کیا جائے اور اگر اندر چھی ہو  
اور اوپر سے پختہ ہو تو حرج نہیں۔ (قانون شریعت)

شیخ طریقت حضرت العلامہ مولانا محمد مظہر اللہ دہلوی

فتاویٰ مظہری میں لکھتے ہیں۔

پس ثابت ہو گیا کہ اہل اللہ کے مزارات مقدسہ پر بے فائدہ  
عمارات نہیں بنائیں گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے بناء علی القبر  
کی کراہت پر بحت کرنے کے بعد انبیاء و صالحین کے مزارات مقدسہ  
اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیا اور صاف فرما دیا کہ ان کے مزارات پر گنبد  
بنانا جائز ہے۔

میزان الکبریٰ میں امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ عوام مسلمانوں کی



قبر کے متعلق امام ابوحنیفہ کے سوا لکھتے ہیں کہ عوام کے لیے قبر پر عمارت نہ بنائی جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دیگر اماموں کا یہ کہنا کہ قبر پر عمارت نہ بنائی جائے اور نہ اس کو کچی کیا جائے باوجود یہ کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ یہ سب جائز ہے پس پہلے قول میں سختی ہے اور دوسرے میں آسانی۔

ومن ذلك قول الأئمة ان القبر لا يبني ولا يحص مع قول ابي حنيفة يجوز ذلك قال الاول مشدداً والثاني مخفف (ميزان الكبرى)

مولانا عبدالحلیم والد ماجد مولانا عبدالحی لکھنوی نورالایمان میں

رسم طراز ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں مطالب المؤمنین سے نقل کیا ہے کہ سلف صالحین نے مشائخ و علماء کی قبور پر گنبد بنانا جائز بتایا ہے اس لیے کہ زیارت کرنے والے کو آرام ملے اس کے سایہ میں بیٹھے ایسا مفایح شرح مصابیح میں بھی لکھا ہے

وقد نقل الشيخ الدهلوي في المدارج عن مطالب المؤمنين ان السلف ابا حوا ان يبني على قبر المشايخ والعلماء المشهورين قبة ليحصل الاستراحة للزائرين ويجلسون في ظلها وهكذا في المفاتيح شرح



مصائبہم وقد جوا سماعیل | اور اسماعیل زاہدی نے جائز  
الزاهدی الذی من مشاہیر | بتایا ہے جو کہ مشہور فقہاء میں  
الفقہاء (نور الایمان طبع پشاور) سے ہے۔  
اصابہ فی احوال الصحابہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ  
علیہ لکھتے ہیں :-

حضرت سیدنا عثمان کی خلافت کے زمانہ میں حکم بن العاص کا  
انتقال ہوا ان کی قبر پر گرمی میں خیمہ قائم کیا گیا تو لوگوں نے اس کے  
متعلق کچھ کلام کیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر  
رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت زینب بنت جحش کی قبر پر خیمہ قائم  
کیا گیا تھا تو کیا تم نے کسی کو دیکھا تھا کہ اس پر اعتراض کیا یا کسی عیب  
لگانے والے نے اس پر عیب لگایا۔ (اصابہ)

تفسیر الحسنات میں ہے :-

شام میں ایک غار ہے جس میں کچھ میتیں ہیں اس کے مجاور گمان  
کرتے ہیں کہ یہی اصحاب کہف ہیں۔ ان پر مسجد اور عمارات ہیں جیسے  
قیم کہتے ہیں اور ان کے ساتھ کتا بھی ہے۔ (الحسنات ج ۳ ص ۹۱۸)  
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جو مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا تھا وہ یہ کہ تو کسی تصویر کو بے مٹائے  
نہ چھوڑے اور نہ کسی قبر کو بلند مگر اس کو برابر کر دو۔ اس روایت  
کی تشریح یہ ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں تو مبتدعین نہیں تھے کہ



انہوں نے گنبد بنایا تھا اور اس نے گرایا صرف زمانہ صحابہ کرام کا تھا اور کسی صحابی نے کیا بھی ہو تو صحابی کا فعل بھی حجت ہے۔ اصحابی کا لُجُوم بآیہم اقتدایتم اهدایتم صحابہ میرے تبار ہیں ان میں جس کی اقتداء تم کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ معلوم ہو کہ یہ مشرکین کی تھیں۔ مشرک کی زندگی میں تعظیم جائز ہے اور نہ مرنے کے بعد۔ بخاری شریف میں ہے۔ **أَمْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنَبَّذَتْ**۔ بخاری ج ۱ ص ۱۱۱ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کا حکم دیا تھا پس وہ اکھاڑ دی گئی۔



## قبریں زمین کے برابر کرنا

اس بحث میں ڈاکٹر صاحب کی لکھی ہوئی حدیث کو بار بار پڑھتے اس میں زمین کے برابر کہاں لکھا گیا ہے۔ صرف یہی ہے۔ ہم کو حکم دیا کہ ہم ان کی قبروں کو برابر کر دیں اب ص ۵ پر ڈاکٹر صاحب کے نقل کردہ حدیث ابو الہیاح اسدی میں حسب ذیل امور قابلِ فکر ہیں۔

۱، کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی قبریں برابر کرنے کا فرمایا تھا، تو یہ بات بالکل غلط ہے۔ اس لیے

کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جو قبریں بنی ہوئی تھیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے ہی بنی تھیں کیوں کہ

عادتِ کریمہ تھی کہ دفن میں شرکت فرماتے تو جس قدر قبور زمانہ اقدس میں صحابہ نے بنائیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں بنائیں

اس روایت کی سند میں وکیع، حبیب بن ابی ثابت، ابی وائل اللہری ہیں ابن حجر تہذیب التہذیب وکیع کے متعلق لکھتے ہیں۔ انہ

اخطاء فی خمس مائۃ حدیث کہ یہ پانچ سوا حدیث میں خطا ہوا ہے (تہذیب ج ۱۱ ص ۱۱۱)۔ محمد بن نصر مروزی وکیع کے متعلق

لکھتے ہیں۔ کان یحدث بالمعنی ولم یکن من اهل اللسان (تہذیب)۔ ابی وائل کے متعلق شرح حدیدی میں ہے۔ کہ

ابی وائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین میں سے تھے۔



د شرح حدیدی ج ۹ ص ۹۹۔ ابی الہیاج کے متعلق اتنا عرض ہے کہ  
 تمام صحاح ستہ میں سے صرف اس کی ایک روایت ہے اور وہ  
 بھی یہ مذکور روایت ہے۔ اور حبیب بن ابی ثابت کے متعلق ابی  
 حیان لکھتے ہیں۔ کَانَ مُدَلِّسًا۔ اور قطان سے نقل کر کے لکھتے  
 ہیں لَا يَتَابَعُ عَلَيْهِ وَ لَيْسَتْ مَحْفُوظَةً۔ (تہذیب ج ۲ ص ۱۹۷) کہ  
 حدیث میں ان کی پرواہ نہیں کی جاتی۔

(۲) پھر برابر کرنے سے کیا مراد ہے آیا بالکل زمین سے ہموار کرنا کہ نشانی  
 باقی نہ رہے تو یہ سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔ لامحالہ یہ ماننا پڑے  
 گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، کو مسلمانوں کی نہیں بلکہ کافروں کی قبریں  
 برابر کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔ کیونکہ قبروں کے ساتھ ان لا تدع تماثلاً  
الاصنامہ۔ یعنی تصاویر کا ذکر بھی آیا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی عادت  
 تھی کہ وہ تصویروں کو پوجتے تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 نے فرمایا۔ جہاں تصویر اور قبر دیکھو اس کو برابر کرو۔ معلوم ہوا کہ حضرت  
 علی رضی اللہ عنہ، کو مشرکوں کی قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔  
 (۳) مسلمانوں کی قبرین کے برابر نہیں کی جاسکتی وہ ایک بالشت یا ایک  
 ہاتھ اونچی رکھی جاتی ہے اور یہاں برابر کرنے کا حکم ہے۔  
 (۴) مسلمانوں کی اونچی قبر بنا ممنوع ہے لیکن اگر بن گئی ہو تو اسے  
 گرانانا جائز ہے کہ اس میں قبر اور صاحب قبر کی توہین ہے۔  
 افسوس صد افسوس ڈاکٹر صاحب مسلمانوں کی قبریں گرانے کا حکم



دیتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کی قبریں گرانے کا حکم فرمایا تھا یعنی مشرکوں، یہودیوں اور عیسائیوں کی قبریں، ان کی بابت حدیث شریف کی مخالفت کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی ہے۔ اس سے بخوبی واضح ہوا کہ ڈاکٹر صاحب انگریزوں کا تیار کردہ مذہبی بھڑپا، ڈاکٹر صاحب صہ پر گنبدِ خضریٰ کی تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

۱) اس کا نام قبہ رزاق پڑ گیا۔ (۲) اس وقت کے علماء ہر چند اس صاحب اقتدار کو نہ روک سکے۔ (۳) تقریباً سات سو سال تک قبر نبوی پر کوئی عمارت نہیں تھی۔ (۴) کمال احمد کی معزولی کو اس کے اس فعل کی پاداش شمار کیا۔ (۵) آخر میں شامی دردمختار کا ایک فتویٰ درج کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

برادرانِ اسلام! ڈاکٹر صاحب کی یہ تمام باتیں بالکل بے بنیاد اور فاسد عقائد کی ترویج کے لیے مذموم کوشش ہے اور نجومیوں کی طرح ایک صحیح بات کے ساتھ کئی جھوٹی باتوں کی ملاوٹ کے مترادف ہیں (۱) قبہ رزاق کا نام اور اس کے پڑ جانے کا فقرہ وفاء الوفاء میں بالکل نہیں ملاحظہ ہو۔ وفاء الوفاء الفصل السابع وعشرون ۲۷ ص ۶۰، البتہ موجودہ عمارت سات سو سال بعد کی بنی ہوئی ہے اور وقتاً فوقتاً اس میں مناسب حال ترمیم ہوتی گئی جس کی تفصیل قبروں کو پختہ بنانے کے بحث میں عرض کر چکا ہوں۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس پر عمارت



شروع ہی سے تھتی۔

۳، اس نیک فعل کا اس وقت کے علماء نے بالکل تعارض نہیں

کیا تھا ولما رانی کلام مورخی المدینۃ تعرض لمن

تولی هذه القبۃ۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۶۰۹)

۴، کمال امد کی معزولی کو عمارت کے اندر پنجرہ ہٹانے کی بے ادبی سے

تعبیر کیا گیا ہے۔

۵، ڈاکٹر صاحب کے پیش کردہ گواہ مسلک احناف کے سب سے معتبر

فقیہ کا یہ فقرہ دوبارہ پڑھیے ”لا یکرہ البناء اذا کان المیت

من المشائخ والعلماء السادات“ افسوس ہے ڈاکٹر صاحب

لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے ادھوری بات لکھتے ہیں یہ ان کی بڑی

خیانت اور فریب کاری ہے پھر اسی صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ قبروں

کو کچھ لینے کی غرض سے نہ جاؤ کچھ دینے کے لیے جاؤ۔ الخ۔

تو جناب بچوں کا جنازہ پڑھتے وقت اللہم اغفر لحینا الخ

کے بجائے اللہم اجعلہ لنا شافعاً الخ کیوں پڑھتے ہیں وہاں

دینے کے لیے کچھ اور کیوں نہیں پڑھتے۔ خیر ڈاکٹر صاحب اپنی عادت

سے مجبور ہیں۔ ان کے ہاٹ ہی لینے کے اور میں دینے کے اور۔ یا

یہ بھی ممکن ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی لیبارٹری میں جنازہ پڑھنے کے

لیے کچھ بناوٹی توحید کی اور دعائیں ایجاد ہو چکی ہوں۔



## خارج کا قرآنی مفہوم

صک پر ڈاکٹر صاحب نے سورۃ الاحقاف کی آیت ۵۰، ۵۱، ۵۲ لکھ کر پھر بتوں کو اولیاء اللہ پر منطبق کرنے کی فاسد کوشش کی ہے۔ ان کی خارجیت کی یہ نشانی نعرہ رسالت کی بحث میں سورۃ الاحقاف کی آیت ۱۹۴ میں ذکر کر چکا ہوں۔ اب یہاں ڈاکٹر صاحب کے دوسرے گواہ تفسیر ابن کثیر سے ان آیتوں کی تفسیر سنئے۔ ای لا اضل ممن یدعون اللہ اصناماً و یطلبون منها ما لا تستطیعہ الی یوم القیمۃ وہی غافلۃ عما یقولون لا تسمع ولا تبصر ولا تبطلش لانہا جہاد حجارۃ صنم (جلد چہارم) ۱۶۵ یعنی کوئی شخص اس سے زیادہ گمراہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ بتوں کی عبادت کرتا ہے اور ان سے ایسے امور کی استدعا کرتا ہے جن کی قیامت میں استطاعت نہیں اور وہ ان کے اقوال سے غافل ہیں جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی پکڑ سکتے ہیں کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں اور سماع سے عاری ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ کتنا بڑا جرم اور کیسی سیاہ دلی ہے جو حکم بتوں پر تھا وہ بزرگوں کی طرف منسوب کیا ہے، اور قرآنی حکم

لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنة ہم الفائزون۔ والمختار کو قبول کرنا اور اولیاء



کو برابر خیال کرتے ہیں قرآن کا صاف فیصلہ موجود ہے کہ لَا يَسْتَوِي  
 أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ: دوزخ اور جنت والے برابر نہیں  
 تو معلوم ہوا کہ کافر اور مسلمان برابر نہیں تو پھر انبیاء عظام اور بت کس طرح  
 برابر ہوئے، جبکہ عالم اور جاہل برابر نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ يَسْتَوِي  
 الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ کیا جو جاننے والے ہیں اور کوئی  
 نہیں جانتے وہ برابر ہیں؟ یعنی برابر نہیں۔

## شفاعت کا بیان

ص ۱ پر ڈاکٹر صاحب نے سورۃ الزمر کی آیت ۲، ۳ لکھ کر اس کی  
 جو تشریح کی ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ مشرکین عرب کے شرک  
 کی دو وجہ ہیں ایک دشمنانِ خدا (بتوں) کو اس تک پہنچنے کا وسیلہ دوری  
 ان بتوں کو پوجنا۔ صرف وسیلہ اختیار کرنے سے وہ مشرک نہیں ہوئے  
 در نہ قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ اکبھی وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ  
 فرماتا۔ مشرکین خدا کے دشمنوں یعنی بتوں کو سفارشی اور وسیلہ مانتے تھے اور  
 مومن اللہ کے محبوبوں کو سفارشی اور وسیلہ سمجھتے ہیں لہذا وہ کافر ہوئے اور  
 یہ مومن ہیں جیسے گنگا کے پانی۔ بت کے پتھر اور دیوالی کی تعظیم شرک ہے۔  
 مگر آب زم زم کے پانی۔ حجرِ اسود کے پتھر اور رمضان کی تعظیم عبادت  
 اور عینِ ایمان ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگرچہ زبانی اقرار سے شفاعت کا انکار  
 نہیں کرتے ہوں گے مگر ان کے الفاظ کی ہیرا پھیری سے ظاہر ہے کہ



شفاعت کا انکار عین اس کا مقصد ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہاں صراحت پر  
 پر بھی ان آیات کو پیش کیا ہے جن میں کافروں کے لیے شفاعت کے غیر  
 مفید ہونے کو فرمایا ہے۔

جن آیتوں میں شفاعت کی نفی ہے وہاں تو دھونس کی شفاعت۔  
 یا کفار کی شفاعت یا بتوں کی شفاعت مراد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے  
 سامنے کوئی جبراً شفاعت نہیں کر سکتا۔ یا کافروں کی شفاعت نہیں۔ یا  
 بت شافع نہیں۔ ورنہ قرآن کریم کی بہت سی آیتوں کا انکار لازم آئے گا  
 اور اَفْتُوْا مِّنۡوَنۡ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضِ مَا مَصَدَقَ بِن  
 جائے گا جو کہ عین کفر ہے۔ قرآن عزیز سے مسلمانوں کے لیے درپردہ  
 میں سفارش کئی کئی بار ثابت ہے جیسا کہ فرمایا اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ  
 وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُوْمِنُوْنَ بِهٖ يَسْتَغْفِرُوْنَ  
 لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (سورۃ المؤمن ۷ تا ۹ آیت) وہ فرشتے جو عرش  
 کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ فرشتے جو عرش کے گرد ہیں وہ اپنے رب کی  
 تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مومنوں کے  
 لیے مغفرت مانگتے ہیں۔ اور فرمایا واستغفرلہم (آ ا عمران ۱۵۹)  
 واستغفرہ انہ کان ذواباً۔ (النصر) واستغفرلہم اللہ  
 ان اللہ غفور الرحیم (النور ۲۳) واستغفرلہم اللہ ان اللہ  
 غفور رحیم (الممتحنہ ۱۲)

ان تمام آیات کو ملانے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سید دو عالم



صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام شفاعت عطاء کیا گیا ہے تاکہ امت کے لیے مغفرت فرمادیں اور امت ان کو اپنے لیے باعثِ نجات اور وسیلہٴ فلاح سمجھے۔ مگر منافقین نے آپ کے وسیلہٴ استغفار بنانے کو کفر سمجھا اور سترابی کی اس کو قرآن حکیم نے یوں بیان فرمایا وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّاْ رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ يَسْتَكْبِرُونَ (المنفقون ۵)۔ اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے تو وہ اپنے سروں کو لٹکاتے ہیں اور تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ اس بات سے رُک جاتے ہیں غرور اور تکبر کی حالت میں۔

اس کی تفسیر میں ڈاکٹر صاحب کے گواہ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں جب بعض مسلمانوں نے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی موشورہ دیا کہ دربارِ سید و دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کرتے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے لیے دستِ مغفرت پھیلا دیں تو اس نے کہا تم لوگوں نے مجھے پہلے اسلام لانے کا مشورہ دیا جو میں نے قبول کیا اور اسلام لے آیا۔ پھر تم نے مجھے زکوٰۃ ادا کرنے کا مشورہ دیا وہ بھی میں نے قبول کیا اور زکوٰۃ ادا کر دی۔ اب تمہارے لیے یہی بات باقی تھی کہ تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کر دوں۔ چنانچہ سر ٹسکاتے ہوئے چلا گیا۔ یعنی منافق سید و دو عالم



صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت و سفارش کو شرک سمجھتے تھے۔

(روح المعانی ج ۲۸ ص ۱۱۳)

اب خدا را انصاف کیجئے اور ڈاکٹر صاحب کی عبارت کو بار بار پڑھیئے کہ اس گستاخانہ کلام اور رئیس المنافقین کے کلام میں کیا فرق ہے۔ بھائیو! آج بھی زاہدین سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فقہ کا حکم ہے کہ دربار سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری دیتے وقت یہ حالت ہو کہ ثم یسأل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الشفاعة فیقول یا رسول اللہ اسئلت الشفاعة واتوسل

بئ الی اللہ فی ان اموت مسلماً علی ملتک وسنتک  
(ڈاکٹر صاحب کے گواہ فتح القدر ص ۳۲۴)

صلوٰۃ و سلام کے بعد سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت طلب کرتے ہوئے یوں عرض کرے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں جناب سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کا سلوہ پکڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری موت آپ کی ملت اور آپ کی سنت پر فرمائے۔ اور پھر یہ گواہ لکھتے ہیں۔ جس نے سلام پیش کرنے کا کہا ہو اس کا اور اس کے باپ کا نام لیکر اس کا سلام پیش کرے۔

دیکھیئے شرع شریف میں انبیاء علیہم السلام کا یہ مرتبہ ہے کہ آپ کے اوصاف کے ساتھ ندا میں کریں۔ سلام عرض کریں اور



توسل کرنے۔ حاجتیں مانگنے، شفاعت طلب کرنے اسلام پر قائم  
 رہنے کی دعا آپ کے وسیلہ سے مانگنے کی تلقین و تعلیم فرما رہے ہیں  
 لیکن ڈاکٹر صاحب ان سب امور کو شرک ٹھہرا کر تمام ائمہ دین صحابہ تابعین  
 بلکہ خود اپنے گواہوں کو مشرک قرار دیتے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔  
 ڈاکٹر صاحب کو ان کے اپنے گھر کے حوالے پیش کیے ان کی طبیعت  
 بالکل ملتین ہو کر صاف ہو گئی ہوگی۔ انشاء اللہ اب ان کو کسی اور مُسہل  
 کی ضرورت بالکل نہ پڑے گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں تشریف لانا  
 ڈاکٹر صاحب نے انبیاء علیہم السلام کی حیات اور ان کے علم و تصرف  
 کے انکار میں اپنے کتابچے کے ص ۱۲ تا ص ۱۴ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا  
 خواب میں تشریف لانے کو زیر بحث لا کر اس نعمت کو بھی بدعت قرار  
 دیا ہے اگرچہ حالت نوم کے غلبہ کی وجہ سے سمجھنے یا یاد رکھنے میں عام  
 انسانوں سے غلطی لگ سکتی ہے لیکن اس کو کلیتہً نظر انداز کرنا بھی ممکن نہیں  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لہو یبق من النبوة  
 الا المبشرات، نبوت ختم ہو چکی ہے اور سچے خواب رہ گئے ہیں  
 اور فرمایا الرؤیا الصالحة جزء من سنة واربعین جزء  
 من النبوة (ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۴، بخاری شریف کتاب الرؤیا)  
 سچا خواب نبوت کے چالیسویں شعبہ جات میں سے ایک شعبہ ہے۔



نیز فرمایا۔ اتقوا من فراست المؤمن فانه ينظر بنور الله  
 (رواہ الترمذی) مؤمن کی فراستِ قلبیہ سے ہوشیار اور خائف  
 رہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں تشریف لانا اور کسی  
 نیک بخت کا زیارت سے مشرف ہونا اتنا اہم اور بنیادی مسئلہ  
 ہے کہ محدثین حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کے لیے علیحدہ  
 علیحدہ باب تجویز کیے ہیں۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب  
 تعبیر الرؤیا اور امام ترمذی نے شمائل ترمذی میں باب ما جاء فی  
 رؤیة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی المنام  
 قائم کر کے اس میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے  
 سات احادیث روایت فرمائی ہیں۔ یزید فاسی، ابو قتادہ، انس بن  
 مالک۔ عبداللہ ابن مسعود۔ ابو ہریرہ، طارق بن ایتم۔

اسی باب میں ہے کہ یزید فاسی رضی اللہ عنہ نے خواب میں آپ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا ذکر فرمایا تو حضرت ابن عباس  
 رضی اللہ عنہما نے اس کی تصدیق کی۔ قرآن کریم میں ارشادِ خداوندی  
 ہے لہم البشری فی الحیاة الدنیا (سورۃ یونس ۶۳) اس  
 ارشادِ خداوندی سے مراد امام الانبیاء کے ارشادِ گرامی میں یہ ہے  
 ہی الرؤیا الصالحة یراہا المسلم اوتری لہ۔ بشری سے  
 مراد وہ بہترین خواب ہے جو کسی مسلمان کو آئے۔ یا اس کے



بارے میں دوسرے کو آئے۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر صاحب کے گواہ تفسیر ابن کثیر ص ۴۵۳) پھر اس پر علامہ ابن کثیر نے کافی تعداد میں صحیح احادیث نقل کی ہیں طوالت کے خوف سے یہاں دزح نہیں کیے گئے وہاں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

اذان کا طریقہ اور الفاظ نیند کے القاء سے ثابت ہیں بلکہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفی تھی کہ اکثر اوقات صبح کی نماز کے بعد حاضرین سے خواب کے متعلق پوچھتے اور خود اس کی تعبیر فرماتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو خداوند کریم نے جو خاں نعمت عطاء فرمائی تھی۔ وبعثناک من تاویل الاحادیث۔ (یوسف ص ۷) وہ خوابوں کی تعبیر تھی مثلاً اپنے قیدی ساتھیوں کے خوابوں کی تعبیر۔ شاہ مصر کے خواب کی تعبیر۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ کفار کے خواب بھی باطل محض نہیں ہوتے جس پر قرآن گواہ ہے چہ جائیکہ مسلمانوں کے خواب۔

## اِنَّكَ لَا تَدْرِي كَا مَفْهُوم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں تشریف آوری کے بحث میں ص ۱۳ پر سورۃ المائدہ کی آیت ۱۰۹ لکھ کر انبیاء علیہم السلام سے علم و ادراک کی نفی پر ڈاکٹر صاحب نے اپنی طرف سے باتیں بنائی ہیں مناسب ہے کہ اس بارے میں ان کے گواہ تفسیر ابن کثیر ص ۴۵۳



کی تشریح لکھوں۔ قال علی ابن طلحہ عن ابن عباس رضی اللہ  
 عنہما یقولون للرب وتعالی لا علم لنا الا انت اعلم بہ  
 منا رواہ ابن جریر ثم اختار ولا شك انہ قول حسن  
 وهو من باب التآدب مع الرب جل جلالہ ای لاعلم  
 لنا بالسنة الی علمک المحيط بكل شیء ففحن وان کنا  
 اُجینا و عمر فنا من اجابنا ولكن منضم من کوننا نطلع  
 ظاہرہ لا علم لنا بباطنہ وانت العليم بكل شیء المطلع  
 علی کل شیء فعلمنا بالنسبة الی علمک کلا علم فانک  
 (انت علام الغیوب) علی ابن ابی طلحہ نے حضرت ابن  
 عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام رب تعالیٰ  
 سے عرض کریں گے کہ ہمیں کوئی بھی ایسا علم حاصل نہیں جس میں تو ہم  
 سے زیادہ واقف نہ ہو۔ اس کو جریر نے روایت کیا اور اس توجیہ  
 کو اختیار کیا اور یہ قول بہت اچھا اور خوب تر ہے۔ اور اس میں رب  
 تعالیٰ کے ساتھ ادب و نیاز والا طریقہ ہے یعنی تیرے علم محیط کے  
 مقابل میں ہمیں کچھ علم نہیں ہمیں اگرچہ انہوں نے جواب دیا اور ہم جواب  
 کو اور جواب دینے والوں کو جانتے ہیں لیکن ان میں ایسے افراد بھی ہیں  
 جن کے ظاہر کا تو ہمیں علم تھا لیکن باطن کا نہیں اور تو ہر شے کا علم  
 اور سب پر مطلع ہے ہمارا علم تیرے علم کے مقابل نہ ہونے کے  
 برابر ہے کیونکہ تو علام الغیوب ہے۔



الغرض حضرت عبداللہ ابن عباس، ابن ابی طلحہ، ابن جریر اور  
ابن کثیر کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کا یہ جواب ادب و نیاز پر مبنی  
ہے اس سے مدعاے خصم ثابت نہیں ہوتا اس کی نظیر بخاری و مسلم  
کی متفق علیہ روایت میں بھی آئی ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ  
عنه سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج و دواع  
کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ ای شہر ہذا۔ ای بلد  
ہذا۔ ای یوم ہذا۔ (مشکوٰۃ شریف باب المناسک  
ص ۲۲۳) حجتہ الوداع کے موقع پر قریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ یہ خطبہ  
سن رہے تھے ان میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کو مہینہ مشہر اور  
دن کا نام یاد نہ تھا لیکن ادب و نیاز سے سب کا ایک ہی جواب تھا  
اللہ ورسولہ اعلم جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کے ساتھ صحابہ کرام کے ادب کا تقاضا یہ تھا تو جناب الہی میں انبیاء  
علیہم السلام کے ادب و نیاز کس حد تک ہونا چاہیے تھا بس یہی  
مراد ان جیسی دیگر آیات کا بھی سمجھیے۔

اب بخاری شریف کی حدیث جو مشکوٰۃ باب المحوض والشفاعة  
میں ہے ڈاکٹر صاحب نے پوری حدیث نقل نہیں کی۔ ورتہ پڑھنے والوں  
پر ان کا راز افشاء ہو جاتا۔ پوری حدیث یوں ہے۔

عن سهل بن سعد قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم  
اني فرطكم على المحوض من مر على شرب ومن يشرب



لم يطمأ ابداً ليرون على اقوام اعرفهم ويعرفوني ثم يحال  
بيني وبينهم فاقول انهم مني فيقال انك لا تدري  
ما احدثوا بعدك فاقول سحقا سحقا لمن غير بعدى.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں جو مجھ پر  
گزرے گا وہ پئے گا اور جو پئے گا وہ کبھی پیسا سا نہ ہوگا۔ میرے پاس کچھ  
قومیں آئیں گی جن کو میں پہچانتا ہوں اور وہ ہم کو پہچانتے ہیں پھر میرے  
اور ان کے درمیان آڑ کر دی جائے گی۔ میں کہوں گا یہ تو میرے لوگ  
ہیں تو کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئے  
کام کیے ہیں میں کہوں گا دوری ہو۔ دوری ہو۔ اس کو جو میرے بعد دین بدلے

خط کشیدہ الفاظ کو پڑھیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔  
اعرفهم جن کو میں پہچانتا ہوں پھر فرماتے ہیں انهم مني حضور صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان طعن کے طور پر ہوگا۔ انک لا تدري ملائکہ  
یا اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ آپ ان کو نہیں جانتے یہ ان کو غمگین کرنے کیلئے  
ہوگا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں جہنمیوں کے بارے میں ہے۔ ذق انک  
انت العزیز الکریم (ذخاں ۴۹) چکھ تو بڑا معزز و مکرم ہے۔ یعنی  
استہزاء کیا جائے گا۔ کہ یہ تیری تعظیم ہو رہی ہے۔ جیسا تو دنیا میں  
اپنے کو معظّم و مکرم سمجھ کر ہمارے احکام کو عار سمجھتا تھا۔ نیز اس دن نیکیوں  
اور مجرموں کے علامات ہوں گے۔ سیما ہم فی وجوہہم من



اثر التَّجْوُدِ اور يعرفون المجرمون بسیما ہم لیکن ڈاکٹر صاحب  
مصر میں کہ یہ علامات دیکھ کر بھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر نہ ہوگی  
اللہ تعالیٰ سمجھ نصیب کرے۔

آخر میں ڈاکٹر صاحب سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور قصہ  
کے متعلق لکھتے ہیں یہ بھی اسی قبیل ہے (یعنی خواب والا ناقابل اعتما  
واقعہ) بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ استغفر اللہ! جو نہ مانے بے اصل  
اور بے بنیاد ہوگا اور جو مانے خواہ کچھ بھی ہو حقیقت ہوگا۔

ط چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

یہ قصہ بالکل حقیقت ہے جو ڈاکٹر صاحب کے گواہ علامہ سمحود می<sup>اللہ</sup> رحمۃ  
علیہ نے اپنی کتاب الوفاء الوفاء باخبار دارالمصطفیٰ کے  
الفصل الثامن وعشرون ج ۱ ص ۶۴۸ تا ۶۵۱ پر لکھا ہے جس کے شروع میں  
لکھا ہے کہ اس واقعہ کے بعد جمال الدین استون شاہ<sup>۱۳</sup> ہجری میلادی نے  
ایک کتاب بنام الانتصارات الاسلامیہ لکھی ہے جس میں یہ  
تحریر کیا ہے کہ کسی حال میں بھی نصاریٰ کو خادم نہ رکھا جائے اور نہ  
ان پر اعمتا دیا جائے (واقعی اس طرح کرنے سے سنگین برے  
نتائج پیدا ہونے پر تاریخ گواہ ہے جیسا کہ مقدمہ تفسیر حقانی ص ۳۷ پر  
ہندوستان میں فرنگیوں کی ابتدائی عملداری میں قاسمی قرآن شریف خریدنے  
اور اس میں تحریف کرنے کا مشہور واقعہ مذکور ہے) لیکن ڈاکٹر صاحب  
کا اتحاد ثلاثہ اینڈ کمپنی لمیٹڈ انگریزوں کے تیار کردہ مذہبی بیروپے اور



ایجنٹ ہیں انصاف سے کہیے کہ اس قصہ کو مذکورہ گواہی کے باوجود بے بنیاد کہنا اس کمپنی کا غیر مسلموں کی کچی طرفداری کا بہت ثبوت ہے، یا نہیں اب پورا واقعہ ڈاکٹر صاحب کے مد کے مذکورہ بالا گواہ سے تازگی ایمان کے لیے ملاحظہ کیجئے۔

## سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں سلطان نے تین رات نماز تہجد کے بعد نگار خواب میں یہ دیکھا کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دو بدبخت انسانوں کی طرف اشارہ فرما کر یہ حکم دے رہے ہیں کہ مجھے ان دو بدبختوں سے بچاؤ سلطان نے اپنے سعادت مند وزیر جمال الدین موصلی سے یہ واقعہ بیان کیا تو اس نے مشورہ دیا کہ یہاں اب بیٹھنا نہیں چاہیے بلکہ خضیہ طور پر مدینہ منورہ پہنچ کر اس صورت حال سے نمٹا جائے۔ چنانچہ اپنے بیٹے خدام اور کافی مال ساتھ لے کر سولہ دن سفر طے کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور حکم دیا کہ سب اہل مدینہ آئیں تاکہ ان کو انعام دیا جائے سب اہل مدینہ آئے مگر جن دو کی شکل خواب میں دکھائی گئی تھی وہ نہ آئے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ دو ایسے پردیسی یہاں قیام پذیر ہیں جو رات دن عبادت میں مصروف رہتے ہیں کسی کے ہاں نہیں آتے جلتے۔ آخر سلطان نے ان کو بلایا، تو وہی نکلے جو خواب میں دکھائے گئے تھے۔ سلطان ان کے حجرہ میں گیا تو ایک چٹائی کے نیچے ایک سبز رنگ کو بایا



جو روئے اظہر کو پہنچ چکی تھی سلطان کے استفسار پر انہوں نے راز کھل دیا کہ وہ اُنڈس کے عیسائی ہیں اور عیسائی حکومتوں نے ان کو اس لیے بھیجا ہے کہ جس اظہر کو نکال کر لے جائیں اور وہ ساری کارروائی جو انہوں نے کی تھی بیان کر دی۔

آخر سلطان نے ان کی گردن اڑادی اور پھر ان کی لاشوں کو جلادیا اس کے بعد پانی تک زمین کھود کر سیسہ اور قلعی پگھلا کر دیوار بنا دی، جو حجرہ اظہر کے اندر ہے اور جالیوں سے نظر آتی ہے۔ اس واقعہ کو جو خذ القلوب، حجتہ اللہ العالمین میں موجود ہے کے مؤلف نے مدینہ منورہ کے علما اور مشائخ سے بھی نقل کیا ہے اور اسی کو زین مراغی خالد بن محمد بن محمد قیصرانی اور موفق الدین ابوالقاسم نے باسند نقل کیا ہے۔

۱۶ پر رانی کا پریت میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں خدا معلوم کہ لوگوں نے نبیؐ کے خواب میں آنے کے بے حساب افسانے تراشے ان سے ان کا کیا مطلب۔ الخ

اگرچہ اس سے قبل لکھ چکا ہوں کہ مفسر ابن کثیر ڈاکٹر صاحب کے گواہ نے اس بارے میں بے شمار احادیث نقل کی ہیں اور اس پر کافی بحث کی ہے کہ یہ افسانے نہیں حقیقت ہے۔ اب ڈاکٹر صاحب کا ص ۱۵ پر ذکر گواہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی بھی سنئے تاکہ یہ حقیقت واضح سے واضح تر ہو جائے۔

حافظ صاحب موصون اپنی کتاب الروح ص ۱۴ میں لکھتے ہیں۔



حضرت صعّب بن جثامہ کی وفات کے بعد حضرت عوف بن مالک نے ان کو خواب میں دیکھا تو دوسری باتوں کے علاوہ حضرت صعّب رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ میں نے فلاں یہودی سے دس دینار قرض لئے تھے وہ فلاں جگہ پڑے ہیں وہ اس کو دے دیں۔ نیز میری بیٹی چھ دن کے بعد مر جائیگی۔ چنانچہ حضرت عوف نے اس جگہ سے دس دینار لے کر اس یہودی کو ادا کیے اور واقعی اس کی بیٹی چھ دن کے بعد فوت ہو گئی۔

پھر آگے اس کتاب کے ص ۱۵ پر حافظ صاحب دوسرا واقعہ لکھتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کسی نے ان کی زرہ اتار کر ایک پوشیدہ جگہ پر رکھ دی۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ ادھر تو ایک آدمی کو خواب میں آئے کہ جا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہیں کہ میری زرہ فلاں آدمی نے فلاں جگہ چھپا رکھی ہے۔ وہاں سے لے لیں اور ادھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں آئے کہ مجھ پر جتنا قرض ہے میرے مال سے ادا کیجئے، نیز میرا فلاں غلام آزاد کیجئے۔ چنانچہ ان دونوں جلیل القدر صحابیوں نے ان کے اس اطلاع کو درست سمجھ کر اس پر عمل کیا اور وہ سب باتیں درست نکلیں۔ یہ واقعہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے کا ہے کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔ تو گویا یہ اجماع بن گیا۔

خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب مبارک میں بعض روایات کی تصدیق فرمائی جیسا کہ مشکوٰۃ شریف باب ما یقول



عند الصباح والمساء والمنام میں ابو عیاش رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی صبح و شام مندرجہ ذیل دعا پڑھے گا اس کو حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کو دس نیکیاں ملیں گی اور اس کی دس بُرائیاں ختم ہو جائیں گی اور دس درجے بلند ہونگے۔ ایک مرد کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روایت کی تصدیق فرمائی وہ دعا یہ  
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ  
 الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ طے ابی داؤد۔ ابن  
 ماجہ۔ نسائی۔ ابن ابی شیبہ اور سنی نے روایت کیا۔

## عالم مثال کی اصطلاح

ص ۱۶ پر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں عالم مثال ایک غلط اصطلاح ہے چونکہ یہ بحث بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں تشریف لانے کی طرح ہے اس لیے اس کی وضاحت بھی سنئے۔

دُنیا میں ہر چیز کے دو وجود ہیں۔ ایک تو وہ جو ہم کو نظر آتا ہے اور ایک وہ جو ہم کو نظر نہیں آتا۔ حقیقی وجود وہ ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا۔ اور یہ جو نظر آتا ہے یہ اس کا لباس ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں۔ ٹھنڈا پانی دو حصوں پر مشتمل ہے ایک وہ جو ہمیں نظر آتا ہے اور ایک وہ جو ہمیں نظر



نہیں آتا، مگر پانی سے مقصود وہی حصہ ہے جو نظر نہیں آتا۔ ایک پیاسا آدمی پانی تو اس لیے پیتا ہے کہ اسے ٹھنڈک پہنچ کر پیاس گج جائے۔

اگر وہ پانی گرم ہے تو پانی ہونے کے باوجود پیاسے آدمی کو فائدہ نہیں دے سکتا۔ یا یوں سمجھیں کہ وجود کی دو موٹی موٹی قسمیں ہیں ایک وجودِ حسی جو سب کو دیکھنے میں نظر آتا ہے۔ اور دوسرا وجودِ مثالی جو سب کو نظر نہیں آتا۔ مگر بعض کو آجاتا ہے۔ جیسا کہ فرشتوں کا وجود کوئی ذات باوجود اپنی حالت و صحت کے کسی دوسری صورت میں ظہور کرے تو یہ دوسری صورت مثالی کہلاتی ہے جو شرعاً معتبر ہے اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہے۔

قرآن کریم میں حضرت مریم علیہا السلام کے ذکر میں ہے فتمثل لہا بشراً سوياً (سورہ مریم آیت ۲۰) تو یہاں فرشتے کا وجود مثالی تھا، حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کے پاس بھی فرشتے انسانی شکل میں آئے اور اسلام کی تقریباً تو ساری وحی جبریل امین مثالی صورت میں لائے۔

ایمان۔ اسلام اور احسان کی تعریف کرتے ہوئے جبریل امین ایک اجنبی انسان کی صورت میں تشریف لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہذا جبریل اتاکم دینکم (مشکوٰۃ باب الایمان) معلوم ہو کہ عالم مثال کو غلط اصطلاح کہنے والا خود ہی غلط ہے۔ اسی طرح وجودِ مثالی کا متعدد مکانات میں بیک وقت



موجود ہونا بھی جائز اور ممکن ہے اور آج کل کی جدید ترقیات نے تو  
 اس کو نہ صرف ممکن بلکہ امر واقع بنا دیا ہے مثلاً ٹی وی۔ ریڈیو میزائل وغیرہ  
 اب وجودِ مثالی کا ذکر سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ  
 میں سنئے۔ عن قمرۃ المزنی ان رجلاً کان یأتی النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم ومعہ ابن له فقال له النبی صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم فقال ما فعل ابن فلان قالوا یا رسول اللہ ما  
 فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لا تاتی باباً  
 من ابواب الجنۃ الا وجدته ينتظرک فقال رجل  
 یا رسول اللہ له خاصۃ ام لکننا قال بل لکلکم۔  
 (مشکوٰۃ شریف باب البکاء علی المیت فصل ثالث)

قرنِ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی سیدِ دو عالم صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک چھوٹے بچے کے ساتھ حاضر ہوا  
 کرتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تجھے اس کے  
 ساتھ محبت ہے تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 جس طرح اس کے ساتھ میری محبت ہے اسی طرح آپ کو بھی اللہ تعالیٰ  
 اپنا محبوب بنائے۔ کچھ دن بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ بچہ نہیں  
 دیکھا پوچھا وہ بچہ کیوں نہیں آتا۔ صحابہ نے عرض کیا وہ تو فوت ہو چکا  
 ہے (اور اس کا باپ غمزہ ہے) تو سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 نے فرمایا کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ جنت کے جس دروازے سے



تو آئے تو اس بچے کو اپنے استقبال کے لیے منتظر پائے۔ یہ بشارت  
سُن کر ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا  
یہ بشارت صرف اسی کے لیے ہے یا سب اُمت کے لیے۔ فرمایا  
تہیں تم سب کے لیے ہے۔

دیکھئے جنت کے آٹھ دروازے، میں (فی الجنة نمازیۃ الیوم  
(مشکوٰۃ باب الصوم) تو بیک وقت نابالغ اولاد کا آٹھوں دروازوں  
میں انتظار کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ وجود مثالی بیک وقت متعدد  
ہو سکتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ صرف حیات  
دنیا کا معاملہ نہیں۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عارضہ بن نعمان کو  
جنت میں قرآن کی قرأت کرتے ہوئے دیکھا اور پھر صحابہ سے یہ  
مشاہدہ فرما کر اس انعام کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ عارضہ اپنی والدہ کے  
بڑے فرمانبردار تھے۔ (مشکوٰۃ باب البر ایضاً) حضرت بلال رضی اللہ  
عنه کو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مرتبہ جنت میں  
دیکھا (مشکوٰۃ باب التطوع)

اب خواب کے ایک دو واقعے ڈاکٹر صاحب کے گوہ الوفاء الوفاء  
کی زبانی سنئے۔ ابو عبد اللہ بن جلا کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں حاضر  
کی دولت نصیب ہوئی، ٹھوک سے نڈھال ہو کر دربار سید و دو عالم  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم



میں آج رات آپ کا ہمان ہوں۔ یہ کہہ کر روضہ اقدس اور منبر نبوی  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان سو گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم خواب میں تشریف لائے اور مجھے ایک چپاتی عنایت فرمائی  
 میں آدھی کھا چکا تھا کہ نیند سے بیدار ہوا دیکھا تو باقی آدھی چپاتی  
 اب بھی میرے ہاتھ میں موجود تھی۔ اسی طرح کا دوسرا واقعہ ابوالخیر  
 اقطع کے ساتھ بھی پیش آیا۔ (ملاحظہ ہو الوفاء الوفاء ص ۱۳۸)

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امت کے اعمال کا پیش

## کیا جانا اور حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں محدثین کا اجماع ہے کہ عرض اعمال  
 کی یہ روایت من گھڑت ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا خود من گھڑت  
 ہے ورنہ محدثین کے اجماع کے لیے کتاب کا نام اور پورا حوالہ ضرور  
 لکھ دیتے۔ لیکن اگر ڈاکٹر صاحب یہ الفاظ نہ لکھتے تو عوام الناس  
 کو گمراہ کرنے کے لیے دھوکہ کس طرح دے سکتے۔ اور اپنے اتحادِ ثلاثہ  
 کے اراکین کو کس طرح مطمئن رکھ سکتے۔ یہ حدیث ابو نعیم کے حلیتہ  
 الاولیاء۔ ابن سعد کے طبقات۔ جامع صغیر اور مسند حارث  
 میں موجود ہے۔ نیز ڈاکٹر صاحب کے گواہ تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۴۵  
 میں سورۃ روم کی آیت ۳۵ کے تحت لکھتے ہیں :-



وذكر ابن أبي الدنيا عن احمد بن ابى الحواري قال :  
 ثنا دخن بن عباد بن عباد على ابراهيم بن صالح وهو  
 عنى فلسطين فقال عطني قال بسم اعطك اصلك  
 الله؟ بلغنى ان اعمال الاحياء تعرض على اقرار بهم  
 من الموتى فانظر ما يعرض على رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم من عملك فيكى ابراهيم اخضل لحيته  
 نیز اسی طرح دوسری روایت بھی اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔

قال عبد الله بن مبارك حدثني ثور بن يزيد عن  
 ابراهيم عن ايوب: قال تعرض الاعمال الاحياء على  
 الموتى فاذا راوا حسناً فرحوا واستبشروا  
 وان راؤ سوءاً قالوا اللهم راجع به۔

۱۳۵۲

اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کے دوسرے گواہ الوفاء الوفاء

پر لکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ تعرض علی

اعمالکم فيما رأيت من خير حمدت الله عليه وما

رأيت من شہر استغفرت الله۔ (رواہ البزار برجال الصحیح)

اور ایک روایت میں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لیسے اعمال نہ کرو جس سے تمہاری اموات کو دکھ اور رسوائی ہو۔

دعا حفظ ہو ڈاکٹر صاحب کے گواہ روح المعانی ج ۱۲، ص ۲۱۳

تو معلوم ہوا کہ اُمت کے اعمال کا پیش ہونا نہ صرف حضور اکرم



صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بلکہ دوسرے اقارب اموات پر پیش ہونا بھی صحیح ہے۔ صا پر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔ قرآن کریم یہ قاعدہ کلیہ بیان فرماتا ہے

وَمَنْ ذَرَأْتُهُمْ بَرْزَخٍ اِلٰی یَوْمِ یَبْعَثُوْنَ (المؤمنون ۱۰۱) یہ بالکل صحیح ہے لیکن اس میں یہ کہاں ہے کہ بَرَزَخ میں زندگی نہیں۔ بَرَزَخ کا معنی پردہ اور آڑ ہے دو چیزوں کے درمیان، جیسا کہ سورۃ الرَّحْمٰن آیت ۱۹، ۲۰ میں ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ۔ اللہ تعالیٰ نے دو دریا چلائے ہیں جو ملکر تو چلتے ہیں مگر ان دونوں کے درمیان ایک رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے ایک کا پانی دوسرے پر نہیں چڑھ سکتا۔ بس اسی طرح دنیا والوں اور مسافرانِ آخرت کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا گیا ہے۔ ان کے حالات اب یہ نہیں دیکھ سکتے۔ مگر وہاں مستقل اس جہان کے مطابق زندگی شروع ہو جائے گی۔ جس طرح پردے کے پیچھے کوئی کام ہوتا ہے تو وہ دوسری طرف والوں کو نظر نہیں آتا، مگر وہ ہوتا ضرور ہے۔ کبھی کبھی عبرت اور زیادہ یقین کے لیے کسی سے یہ پردہ اٹھایا بھی جاتا ہے۔ اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایسے بہت سے سعادت مند گزرے ہیں جنہوں نے موت کے بعد عالم بَرَزَخ کے انعام و اکرام سے زندہ لوگوں کو آگاہ کیا۔ تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۲۹۹ میں سورۃ الاعراف کی آیت ۲۰۱ کے تحت لکھا ہے۔

وہ ایک جوان مسجد میں عبادت کیا کرتا تھا اس پر ایک عورت مائل ہو گئی اور اس جوان کو بُرائی کی دعوت دی۔ یہ سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ قریب تھا



کہ اس کے گھر میں داخل ہوتا۔ پس اسی جوان کو یہ آیت یاد آئی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ  
اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُوْنَ

تو غش کھا کر پڑا پھر کچھ افاقہ ہوا پھر بے ہوش ہو کر گر پڑا اور مر گیا۔ پس حضرت  
عمر رضی اللہ عنہ اس کے باپ کے پاس تعزیت کے لیے آئے وہ رات کو  
دفین کیا گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی قبر پر گئے اور اپنے ساتھیوں سمیت  
دُعا کی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے آواز دی۔ اے جوان، جو شخص اپنے  
رب کے رُو برو کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو جنت ہیں،  
تو قبر سے اس نے جواب دیا۔ کہ اے عمر رضی اللہ عنہ، یہ دونوں چیزیں میرے  
رب نے جنت میں دو دفعہ دی ہیں۔

(ب) قبات بن زرین ابی ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جنگ روم  
میں ہم دشمنوں کے ہاتھوں قید ہو گئے۔ شاہ روم نے ہمیں اپنے پاس بلوایا،  
اور کہا یا تم اس دین کو چھوڑ دو یا قتل ہونا قبول کرو۔ ایک ایک سے وہ کہتا کہ  
ہمارا دین قبول کر لو۔ ورنہ جلا د کو تمہاری گردن اڑانے کے لیے حکم دیتا ہوں  
تین شخص مُرتد ہو گئے جب چوتھا آیا تو اس نے بت پرستی سے صاف انکار  
کیا۔ بادشاہ کے حکم سے اس کی گردن اڑا دی گئی اور اس کے سر کو نہر میں ڈال  
دیا گیا۔ وہ سر نیچے ڈوب گیا پھر تھوڑی دیر بعد پانی کی سطح پر آنکلا اور ان  
تینوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے فلاں، اے فلاں، اے فلاں جب  
وہ اس سر کی طرف متوجہ ہوئے سب درباری بھی دیکھ رہے تھے، خود  
بادشاہ بھی تعجب کے ساتھ سن رہا تھا پھر اس سر نے کہا سُنُو خُدَاوَدِ تَعَالٰی



فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ اِرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً  
مَرْضِيَّةً وَفَادْخِلِي فِي عِبَادِي وَدْخِلِي جَنَّتِي اتنا کہہ کر اس سر نے  
 پھر پانی میں غوطہ لگایا۔ اس کا اتنا اثر ہوا کہ وہ تینوں مرتد پھر مسلمان ہو گئے  
 قریب تھا کہ دیگر درباری بھی مسلمان ہو جاتے۔ بادشاہ سمجھ گیا اور فوراً دربار  
 برخاست کیا وہ تینوں اور ہم سب قید میں رہے آخر خلیفہ ابو جعفر منصور کی  
 طرف سے ہمارا فدیہ آیا اور ہم رہا ہو گئے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد چہارم ص ۵۴،  
 سورة الفجر) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں قول المیت  
 کا باب باندھا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ موت فناء کامل کا نام نہیں  
 وہ بدن اور دھڑ جس کو میت کہا گیا ہے وہ اب بھی بحکم الہی بول سکتا  
 ہے، سن سکتا ہے، جواب دے سکتا ہے لیکن عقل کے پرستار اس سے  
 منکر ہیں۔

(رج) سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ ایک بخرازی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ  
 عنہ کے زمانہ میں بخران کے ایک بنجر غیر آباد علاقہ میں زمین اپنے کسی کام کیلئے  
 کھودی گئی تو دیکھا کہ عبداللہ بن تامر کا جسم مبارک اس میں ہے۔ آپ بیٹھے  
 ہوئے ہیں سر پر جس جگہ چوٹ آئی تھی وہیں ہاتھ ہے۔ ہاتھ اگر ہٹاتے ہیں تو  
 خون بہنے لگتا ہے پھر ہاتھ کو چھوڑتے ہیں تو ہاتھ اپنی جگہ پر چلا جاتا ہے۔  
 اور خون تھم جاتا ہے ہاتھ کی ایک انگلی میں انگوٹھی ہے جس پر لکھا ہوا ہے  
 رَجِي اللهُ۔ چنانچہ اس واقعہ کی اطلاع قصر خلافت میں دی گئی یہاں سے فرمان  
 ہو گیا کہ اسے یونہی رہنے دو۔ اور اوپر سے مٹی وغیرہ جو ہٹائی گئی تھی وہ



ڈال کر پہلے کی طرح بے نشان کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد چہارم ص ۵۲۲، سورۃ

البروج)

بعض کو رباطن حریان نصیب قیل و قال سے برزخی زندگی کا انکار کرتے  
ہیں شاید اسی لیے اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے طور پر کبھی کبھی ایسے واقعات کا  
ظہور فرماتے ہیں جن سے برزخی زندگی کی تصدیق ہو جاتی ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی  
ہے۔ سَدْرِيْهِمْ اَيْتِنَانِي الْاِفَاقِ وَفِي الْاَنْفُسِ حَتَّىٰ يَتَّبِعِنَ لَهُم اِنَّهُ

الْحَقُّ اَوْلَمَ يَكْفُ بِرِيْكَ اِنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْْءٍ شَهِيدٌ (حَمَّ السَّجْدَةِ ۵۳۵)

اب ہم دکھائیں گے اپنی قدرت کے نمونے دنیا میں اور خود ان کی جانوں میں  
یہاں تک کہ کھل جائے ان پر کہ یہ ٹھیک ہے۔ کیا تیرا رب کافی نہیں بیشک  
اس نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔

## حضرت عذیر علیہ السلام کا واقعہ

۱۸ پر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے جسد کو مٹی نہیں  
کھاتی۔ اس ضعیف روایت سے نا سمجھ لوگ انبیاء علیہم السلام کی قبر میں زندگی  
ثابت کرتے ہیں۔

برادران من! یہ روایت ضعیف بالکل نہیں قرآن کریم اس کی تائید  
کرتا ہے اس سے بڑھ کر قوی روایت اور کون سی ہو سکتی ہے۔ حضرت ابراہیم  
علیہ السلام کا قصہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ ان کی قوم نے جب ان کو آگ میں  
ڈالا تو وہ زندہ و سلامت رہے ثابت ہوا کہ بدن اور جسم کی سلامتی اس امر



کی دلیل ہے کہ بدن کو حیات حاصل ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ  
 سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ان اللہ  
 حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء: بے شک اللہ  
 تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے۔  
 (رواہ ابوداؤد، والنسائی، وابن ماجہ، وابن خزمیہ، وابن حبان، والدارقطنی،  
 والنووی فی الاذکار) اس حدیث کو اتنے محدثین نے بیان کیا ہے اس لیے  
 یہ حدیث ضعیف نہیں۔ نیز ڈاکٹر صاحب کے گواہ تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۵۳۵  
 پر بھی یہ حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں۔ وقد صحح هذا الحديث ابن  
 خزيمة وابن حبان والدارقطنی والنووی فی الاذکار۔ اسی  
 حضرت عذیر علیہ السلام کے واقعہ سے نفی علم ثابت کرنا بھی باطل ہے  
 کیونکہ وہ، کیا اللہ تعالیٰ کے دریافت فرمانے پر حضرت عذیر  
 علیہ السلام نے یہ عرض کیا تھا کہ میں نہیں جانتا تو پھر ڈاکٹر صاحب اپنی طرف  
 سے ان کی لاعلمی کا فتویٰ اتنی بے رحمی سے کیوں دیتے ہیں۔ (ب) حضرت عذیر  
 علیہ السلام کو اپنی خبر رہی یا نہ رہی ہمیں بتلائے کہ اتنی طویل مدت میں آپ کو  
 کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کیا وہ سارے لوگ نظر سے محروم تھے، اگر ان  
 کی نظر ہونے کے باوجود انہیں کچھ نظر نہیں آیا اور اس میں ان پر نابینائی  
 کا اعتراض نہیں کیا جاسکتا تو حضرت عذیر علیہ السلام کو مدت اقامت کے  
 بارے میں علم نہ ہونے سے ان کی لاعلمی کیسے ثابت کی جاسکتی ہے۔ بلکہ  
 ان لوگوں کی نظروں سے ان کا پوشیدہ ہونا اور مدت اقامت کی طرف



آپ کی بے التفاتی خاص مصلحت کے لیے تھی۔ عند اللہ بیت المقدس کی آبادی اور چیل پہل میں سو سال لگتے تھے نہ بیت المقدس کی تعمیر و ترقی والی مدت میں کمی فرمائی لیقضى الله امرًا كان مفعولاً (الانفال ۴۲) اور نہ ہی حضرت عذیر علیہ السلام کی دنیاوی عمر کو اتنا لمبا فرمایا کہ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ (سبأ ۳) کا خلاف لازم آئے۔ اور اسی عمر میں انہیں حزن و ملال کے پہاڑ برداشت کرنا پڑے۔ (ج) حضرت عذیر علیہ السلام نے جو مدت بیان فرمائی وہ اس سے مختلف ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی لیکن قول دونوں صحیح ہیں اور یہ طے زمانی پر مبنی ہے جیسا کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال ہوگا۔ لیکن اہل ایمان کے حق میں ایک کمی نماز سے بھی کم گزرے گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے عذیر علیہ السلام سے پوچھا تو یہ پوچھنا اس پر دال ہے کہ اس کو علم تھا ورنہ اللہ کا یہ سوال لغویات میں سے ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ لغویات سے منترہ ہے، پھر جب علم تھا تو غلط کیوں کہا حالانکہ نبی جھوٹ نہیں بولتا اور اللہ تعالیٰ بھی سچا اور اس کا نبی بھی سچا ہوتا ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت عذیر علیہ السلام پر یہ اتنی طویل زندگی اتنی بسر ہوئی جتنی کہ آپ نے بتائی تو حضرت عذیر علیہ السلام بھی سچے ہیں اس کی مثال آپ کو بتائی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ بھی سچا ہے کہ اللہ نے فرمایا: فَانظُرْ اِلَى طَعَامِكَ وَشْرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَاَنْظُرْ اِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِلنَّاسِ وَاَنْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوها لَحْمًا اب اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ کوئی بستی تک نہیں



اور اپنے گدھے کی طرف بھی نظر کرو جس پر تم سوار تھے اور تمہارے اتنے دنوں  
مردہ رکھنے اور جلا اٹھانے سے مقصود یہ ہے کہ ہم تم کو لوگوں کے لیے اپنی  
قدرت کا ایک نمونہ بنائیں اور گدھے کی ہڈیوں کی طرف نظر کرو کہ ہم کیسے ان کو  
کھڑا کرتے اور پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ لہذا اس واقعہ سے حضرت  
عذیر علیہ السلام کی لاعلمی ثابت کرنا باطل اور خود اپنی لاعلمی کا اقرار  
ہے۔ فافہم۔

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درود قریب سے سُننا

### اور دُور سے اس کا پُنجایا جانا اور

## بیعتِ رضوان

ابوداؤد والی حدیث کے بارے میں بھی اگرچہ ڈاکٹر صاحب نے  
حسبِ عادت ضعف کی رٹ لگائی ہے اس کو ضعفِ بصیرت  
کی وجہ سے صرف تضعیف نظر آتی ہے، توثیق نظر نہیں آتی لیکن  
یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر میں دوسری سند سے روایت کر کے لکھا  
ہے۔ صلوا علی حیثما کنتم فان صلواتکم تبلغنی (ابن کثیر جلد  
سوم ص ۳۶) اس طرح امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا ہے  
جس میں ہے فان صلواتکم معروضۃ علی۔ آخر میں لکھا ہے۔



رواہ ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ عن حدیث حسین بن علی الجعفی وقد صحح هذا الحدیث ابن خزيمة و ابن حبان و الدارقطنی و النووی فی الاذکار (ابن کثیر ص ۵۳۶) بیعت رضوان کے متعلق ڈاکٹر صاحب نے قرآنی حکم اور پوری حدیث کو نظر انداز کیا ہے ورنہ وہ اتحاد و ثلاثہ ایند پنی لمیٹڈ کی لیبارٹری میں تیار کردہ شرک کا فتویٰ ہرگز استعمال نہ کرتے۔ حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں۔ هذه يد عثمان ف ضرب بهما يده وقال هذه لعثمان۔ رواه البخاري (مشکوٰۃ ص ۵۶۳)

جب تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیعت لے لی گئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اسے دوسرے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ حضور کو علم تھا کہ میرا عثمان زندہ ہے۔ کیونکہ بیعت زندہ کی ہوتی ہے مردہ کی نہیں اور قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ط يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح ۱۰)

اے محبوب جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بیعت ہی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔ تو فرمائیے ڈاکٹر صاحب اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو اپنی طرف منسوب کیا تو کیا اس کو بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زندہ ہونے کی خبر نہ تھی۔



۵ لے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی  
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھرنہ ہو

## ملائکتہ السیاحین

۱۸۔ پڑا کٹر صاحب لکھتے ہیں اسی طرح ملائکہ میں حین والی حدیث  
بھی موضوع (گھڑی ہوئی) ہے لیکن ڈاکٹر صاحب کے نقل کردہ حدیث  
کے علاوہ اس بارے میں ڈاکٹر صاحب کے گواہ کی زبانی صحیح حدیث  
بھی مروی ہے۔ روی البزار برجال الصبیح عن عبد اللہ بن  
مسعود رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
قال ان لله ملائکة سیاحین یبلغونی عن امتی۔۔  
(الوفاء الوفاء ص ۱۳۵۳) کاش! ڈاکٹر صاحب صحیح احادیث کی طرف  
بھی نظر فرماتے تو مسلمانانِ عالم کو مشرک بنانے کا بوجھ سر پر نہ اٹھاتے  
پھرتے۔ یا اسناد کی صحیح جانچ پڑتال کرتے تو بھی بلا سوچے سمجھے مشرک  
کی مہربے رحمی سے بے جا نہ لگاتے۔

دیکھیے زاذان کی شیعیت کا معاملہ بالکل قابل التفات نہیں  
کیونکہ علم حدیث سے تعلق رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ متقدمین  
کی تشیع کو آج کل کی تشیع پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور محدثین اہل  
تشیع کی روایت مُطلقاً رد نہیں کرتے۔ جیسے عبدالرزاق بن ہمام  
بن نافع کے متعلق ڈاکٹر صاحب کے گواہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے



تقریب التہذیب ص ۲۱۳ میں لکھا ہے۔ ثقة حافظ مصنف شہیر  
عمی فی آخر عمرہ فتغیر وکان التشیع من التاسعة یعنی باوجود  
 تشیع کے ثقة اور مقبول قرار دیا ہے۔

نیز میزان الاعتدال ص ۵۱ میں ابان بن تغلب کے ترجمہ میں ڈاکٹر  
 صاحب کے دوسرے گواہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے :-  
الکوفی شیعہ ولکنہ صدوق فلنا صدقہ کھرا آخر میں لکھتے ہیں  
فلورده حدیث ہؤلاء لذهب جملة من الآثار النبویة و  
ہذہ مفسدة بیئہ۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب اپنی تحریر ص ۲۸ کی مطابقت  
 سخت ظلم کرتے ہیں کہ روایت تو لکھ دیتے ہیں مگر تبصرہ محدثین کو  
 چھوڑ جاتے ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ کریں تو پھر ان کی بناوٹی توحید کا راز  
 فاش ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ زاذان کی توشیح بھی محدثین نے کی ہے جس کے بارے  
 میں جلد ہی انشاء اللہ روح کا بدن میں لوٹائے جانے کے بحث میں  
 ملاحظہ کریں گے۔ زاذان کے متعلق عطا بن السائب فرماتے ہیں :-  
رَأَيْتُ حَبِيبًا رَأَى عَلِيًّا ذَاذَانَ وَمَيْسِرَةَ وَأَبَا الْبَخْتَرِيِّ  
 میں نے حضرت علی کے بہترین ساتھیوں میں سے زاذان، ميسره  
 اور ابا البختری دیکھے ہیں۔ اور صحاح ستہ کے مشہور راویوں میں سے  
 ہے۔ جب بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ ان سے حدیثوں کی روایات  
 نقل کرتے ہیں تو ڈاکٹر عثمانی کون ہے کہ اس پر جرح کریں۔



گولڑہ شریف کے موجودہ سجادہ نشین صاحبزادہ سید نصیر الدین شاہ نصیر صاحب گیلانی  
 نئی تالیف راہ و رسم منزل ہا میں کیپٹن مسعود الدین کے متعلق تحریر کرتے ہیں  
 عنوان کچھ یوں ہے ”مسعودین نامسعود“۔ پھر آگے اس کے تحت لکھتے ہیں۔  
 ”اسی طرح نام کے دو مسعود عروس البلاد کراچی کی مانگ میں سیندور بھرتے  
 رہے اور بھر رہے ہیں۔ ایک کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی ایم۔ بی۔ بی۔ ایس  
 تھے جو کچھ عرصہ قبل انتقال کر گئے اور دوسرے مسعود بی۔ ایس۔ سی ہیں جو غالباً  
 ابھی بقید حیات ہیں۔ مقدم الذکر کے پمفلٹ گاہے گاہے نظر سے گزرتے  
 رہے جن کے مختلف عنوانات ہیں مثلاً یہ درگاہیں، تعویذ، گنڈا شرک ہے  
 تعویذات افراتشرک یہ مزار یہ میلے توحید خالص وغیرہ وغیرہ ان کتابچوں  
 میں کیپٹن صاحب نے ججا بھر کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ ان کے  
 علاوہ ان کا ایک وہ پمفلٹ بھی میری نظر سے گزرا جس میں انہوں نے  
 خواجگانِ پشت کو کافر و مشرک تک کہا اور حضرت غریب نواز اجمیری  
 سے لیکر حضرت نظام الدین محبوب الہی تک مشائخ کے نام لکھ کر ان کو کافر  
 و مشرک کہا (عیاذ باللہ) تعجب ہے کہ وہ اکابر امت جن کے دم قدم سے  
 سر زمین ہند اسلام سے آشنا ہوئی اور جنہوں نے اپنے بے مثال اسلامی  
 کردار سے ہند کی سر زمین کفر میں ایمان و توحید کے پھول کھلائے اور جن کا  
 وجود صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ مسلمان گر تھا اگر عثمانی صاحب کے نزدیک  
 یہ ہستیاں کافر و مشرک تھیں تو ہم عثمانی صاحب کے ایمان کی تصدیق کیونکر  
 کر سکتے ہیں“



آگے موصوف لکھتے ہیں۔ ”مؤخر الذکر مسعودی۔ ایس۔ سی۔ ہیں جن کی عمت کا نام جماعت المسلمین ہے ان کا لٹریچر ابھی تک نظر سے نہیں گزرا مگر یہ تمام جماعتیں وہابی ازم کی شاخیں ہیں جو اپنے ناموں کے ساتھ مختلف الفاظ لکھ کر اپنے مشن کی تکمیل میں سرگرم عمل ہیں بہر حال ہم یہاں ڈاکٹر مسعود عثمانی اور مسعودی۔ ایس۔ سی کی شخصیات پر اس تبصرے کی عبارت نقل کرتے ہیں جو عثمانی صاحب کے رسالہ جبل اللہ میں درج ہے کسی نے کتاب لکھی تھی جس کا نام مسعودی۔ ایس۔ سی کی جماعت المسلمین اور اہل حدیث ہے اس کی عبارت جبل اللہ میں نقل کی گئی ہم وہ عبارت من وعن نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

”کراچی بھی کیا عجیب شہر ہے جہاں رنگ رنگ کی دنیا آباد ہے جہاں کفر و الحاد کا بھی زور ہے اور اسلام کا بھی شور ہے ترقی کا یہ عالم ہے کہ وہاں کفر بھی ننگا ہے کوئی شرم و ننگ نہیں، اسلام بھی کئی رنگا ہے کوئی ایک رنگ نہیں لوگ تو کراچی کی جماعت الغریاء پر تعجب کرتے تھے کہ انہوں نے غریاء نام کیا رکھا ہے کراچی میں ہی دو مسعود ایسے اٹھے کہ ایک جماعت المسلمین بنا کر باقی سب کو حزب الشیطان ٹھہرا دیا ایک کو کوئی مسلم نظر نہیں آتا اس کی نگاہ میں سب کافر ہیں۔ دوسرے کو کوئی مؤحد نظر نہیں آتا۔ اس کی نگاہ میں سب مشرک ہیں۔ اتفاق یہ ہے کہ ہیں دونوں مسعود ایک کو کافر بنانے کی سعادت حاصل ہے دوسرے کو مشرک، کمال یہ ہے کہ ہیں دونوں جاہل عالم ان دونوں میں کوئی نہیں ایک ایم بی بی ایس ہے اور دوسرا بی ایس سی ہے ایک کو مسعود عثمانی کہتے ہیں دوسرے کو مسعود، بی ایس سی دونوں کراچی



میں مسلمانوں کے لیے فتنہ بنے ہوئے ہیں۔ کراچی کی زمین بھی کیسی مردم خیز ہے جو ایسی ایسی مسعود اگاتی ہے جو فتنہ انگیز ہیں۔ (جبل اللہ مدیر مسٹول ابو عبد اللہ مقام اشاعت ای رفاه عام ہاؤسنگ سوسائٹی ملیر ہاٹ کراچی نمبر ۴۳)

## ازواجِ مطہرات کی نکاحِ ثانی کا مسئلہ

وَلَا تَنْكِحُوا اَزْوَاجَهُمْ اَبْدًا۔ یہ آیت حیاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی دلیل ہے کیونکہ اس آیت نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی بیبیاں بدستور ان کے نکاح میں رہتی ہیں بیوہ نہیں ہوتی ہیں ورنہ ازواج نہ فرماتا۔ نیز ان سے نکاح کی حرمت ماں ہونے کی وجہ سے نہیں جیسا کہ ڈاکٹر صاحب کا خیالِ فاسد ہے۔ ورنہ ان کی اولاد سے نکاح حرام ہوتا اور ان کی میراث امت کو ملتی۔

## السلام علیکم یا اهل القبور

یہاں ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے یہ سب عربی زبان سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ چلیں ہم تو ناواقف سہی لیکن کیا ڈاکٹر صاحب کے گواہ مفسرین کثیر بھی عربی سے ناواقف تھے جو لکھتے ہیں۔ وقد شرع السلام علی الموتی والسلام علی من لم یشعر ولا یعلم بالاسلام محال و  
قد علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ اذا راوا القبور ان یقولوا  
السلام علیکم۔ الی۔۔۔ ولکم العافیۃ فہذا السلام والمخٹا



والنداء لموجود يسمع ويخاطب ويعقل ويرد وان لم يسمع المسلم

الرد - اور موتی کو سلام مشروع کیا گیا ہے، جو نہ شعور رکھتا ہو۔ اور نہ سلام

کہنے والے کو جانتا ہو۔ محال ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی

امت کو تعلیم دی ہے کہ جب قبریں دیکھو تو سلام کہو یہ سلام خطاب اور

نداء ہے موجود کے لیے جو سُننے سمجھے اور اسے خطاب کیا جائے جو سمجھ

رکھتا ہو، سلام کا جواب دیتا ہو۔ اگرچہ سلام کہنے والا جواب نہ سمجھے۔

تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۲۵۸، اور اس سے قبل ڈاکٹر صاحب کے

یہی گواہ لکھتے ہیں ولولا هذا الخطاب لكانوا بمنزلة الخطاب للمعدوم

والجہاد والسلف مجمعون علی هذا۔ اگر ایسا نہ ہو، تو خطاب معدوم

اور پتھر کو ہوگا۔ اور سلف کا اس پر اجماع ہے۔ اچھا ہوا ڈاکٹر صاحب کے

گواہ کی زبانی ہی نداء، سماع موتی، موتی کا علم و ادراک اور حیات برزخ

اور اس پر اجماع بھی ثابت ہوا۔ الحمد لله علی ذالك۔

آگ دی صیاد نے جب آشیانے کو مہیکر

جن پہ تکیہ نفا وہی پتے ہوا دینے لگے

یہی عقیدہ اور عربی سے اتنی واقفیت ڈاکٹر صاحب کے دوسرے گواہ

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے جو لکھتے ہیں۔ والسلف مجمعون

علی هذا وقد تواترت الآثار عنهم بان المیت يعرف زیارة الحی

لہ ویستبشر بہ (کتاب الروح ص ۵) اور یہی گواہ پھر لکھتے ہیں وهذا

السلام والخطاب والنداء لموجود يسمع ويخاطب ويعقل ويرد



ان لم يسمع المسلم الرد واذا صلى الرجل قريباً منهم شاهد وهدو  
علموا صلواته وخطبوه على ذلك. (كتاب الروح ص ۵) ترجمہ تقریباً  
وہی ہے جو کہ پہلے گزر چکا ہے۔ مردوں کے معلومات کے لیے شیخ جلال الدین  
سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح الصدور باحوال الموتی والقبور  
بشری الکبیب بدقاء الحبیب اور ابن قیم کی مشہور کتاب کتاب الروح  
مطالعہ میں لائے۔ انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں لکھا ہے کہ سماع  
موتی کی احادیث تقریباً دو سو تک پہنچی ہیں۔

## جنگِ بدر کے مُشکِ متقویٰ لہین کا معاملہ

ڈاکٹر صاحب ص ۲ پر لکھتے ہیں یہ سُننا معجزہ کے طور پر تھا (سطر ۱)  
پھر سطر ۱۲ پر اسی صفحے کے نیچے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے قرآن کیم  
کی دو آیتیں لکھی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب! اول تو یہ بتائیے کہ یہ معجزہ کس نے طلب کیا تھا مسلمانوں  
جو موجود تھے یا قریش مکہ نے جو بھاگ گئے تھے۔ معجزہ تو اس وقت دکھایا جاتا  
ہے جب کفار کی طرف سے مسلسل انکار پر ثبوت کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور  
معجزہ بطور سند ثبوت پیش ہوتا ہے۔ متقویٰ لہین بدر کے خطاب میں ان  
باتوں میں سے کونسی بات پائی گئی پھر اس کو معجزہ قرار دینا کس طرح درست  
ہو سکتا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے انک لا تسمع  
الموتیٰ والی آیتیں پیش کرنے کے بارے میں اُم المؤمنین کا اپنے



اس قول سے رجوع ثابت ہے جیسا کہ ڈاکٹر صاحب کے گواہ علامہ ابن حجر  
عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری جلد ۲۳۶ پر لکھا ہے۔ ان فی المغازی

لابن اسحاق روایت یونس بن بکر باسنادٍ جید عن عائشة رضی اللہ

عنها مثل حدیث ابی طلحة وفیہ ما انتم بمسح لہما قول منہم

واخرجہ احمد باسنادٍ حسن فان کان محفوظاً فکانہا رجعت

عن الانکار لہما ثبت عندہا روایتہ ہؤلاء الصحابة رضی اللہ

عنہم لکونہا لم تشهد القصة۔

تحقیق مغازی ابن اسحاق میں یونس بن بکر کی روایت حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا سے عمدہ سند کے ساتھ منقول ہے جو کہ حدیث ابو طلحہ رضی اللہ

عنها کی مثل ہے اور اس میں ہے کہ اے صحابہ تم ان کفار مُردار سے زیادہ

سننے والے نہیں۔ اور امام احمد نے سند حسن کے ساتھ اس روایت کو نقل

کیا ہے اگر یہ روایت محفوظ ہے (اور یقیناً محفوظ ہے کیونکہ ہر دو سند حسن

اور جید ہیں) تو گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار سماع سے رجوع فرمایا

اس لیے کہ انہیں ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت سے جو کہ بدر میں موجود

تھے۔ اس امر کا یقین ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ما انتم بمسح

لہما قول منہم فرمایا ہے کیونکہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا خود تو اس واقعہ

کی شاہدہ نہیں تھیں (بلکہ وہ مدینہ منورہ میں موجود تھیں)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود یہ ضابطہ اور قانون بنایا ہے کہ جس

کو واقعہ کا مشاہدہ ہو اس کا قول راجح ہے۔ مسلم شریف ج ۱ ص ۱۳۵ میں حضرت



شریح بن ہانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مسح خفین کی مدت  
 کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: علیک یا بن طالب ہا سلہ فانہ  
 کان یسافر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔  
 تو حضرت علی ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے دریافت  
 کرو کیونکہ وہ سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے۔  
 اس سے ثابت ہوا کہ جو موقع پر موجود ہو اس کا قول معتبر ہے اب جبکہ  
 اُم المؤمنین نے رجوع فرمایا تو پھر ہم پر بھی اس قول کو ترک کرنا لازم ہے۔  
 حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے  
 ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں اس لیے کہ جب حضور انور صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کو مخاطب کر کے ان سے ہم کلام ہوئے تو سب  
 پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا اور اپنا یہ تعجب  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کیا کہ آپ ایسے اجسام سے کلام  
 کرتے ہیں جو مردے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ  
 یہ تم سے زیادہ سننے والے ہیں تو اس بات کا تعجب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
 کو بھی ہوا اور اس نے بھی انکار کیا لیکن یہ ما من مرجل یزور قبر  
 اخیہ ویجلس عنده الا استانس ورد علیہ حتی یقوم۔ جب مرد  
 کے علم کی حدیث بھی آپ سے مروی ہے تو آپ کا رجوع کرنا ثابت ہوا  
 اور پھر یہاں تضاد اثر اور حدیث کے درمیان ہوگا تو ترجیح حدیث کو ضرور  
 دینا ہوگا۔ نیز اس پر بھی غور فرمائیے کہ آیت انک لا تسمع الموتی



مکہ میں نازل ہوئی اور غزوہ بدر ۲ھ ہجری میں ہوا۔ اتنی طویل مدت میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا اس آیت کا مفہوم معلوم نہ ہو سکا اور کفار بدر کو پکارنا شروع کیا (معاذ اللہ) کیا اس کا تصور کوئی ممکن کر سکتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بہر حال ان کا اجتہاد ہے، قول رسول کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجتہاد سے رد نہیں کیا جاسکتا۔ فافہم

واقعہ الحرة کے زمانہ میں سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ

کاروضہ اقدس سے اذان کی آواز سُننا

تابعی سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے کئی راتیں مسجد نبوی میں اس طرح گزاریں کہ سوائے میرے، کوئی بھی انسان مسجد میں عبادت کے لیے نہیں آتا تھا۔ جب باغی شامی بذخمت مسجد میں بے ادبی کیلئے آتے تھے تو مجھے دیکھ کر کہتے، کہ اس بوڑھے پاگل کو دیکھو جب نماز کا وقت آتا تو دروضہ اقدس سے اذان کی آواز آتی اور پھر اقامت کہی جاتی اور میں اکیلے نماز ادا کرتا اس واقعہ کو ابن جوزی نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو الوفاء الوفاؤج ۱ ص ۱۳۴)

یہ درایتاً بھی بالکل درست ہے ایسے مشکل وقت میں ایک بوڑھے کو وقت کا معلوم نہ ہونا کیا ممکن ہے۔



تاریخ مدینہ منورہ کے مستند مرتب ابن النجار نے ابراہیم بن بشار،  
رحمۃ اللہ علیہ سے بیان فرمایا کہ میں حج کے بعد مدینہ منورہ آیا۔ اور سید دو عالم  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر سلام عرض کیا تو حجرہ مبارک کے  
اندر سے آواز آئی وعلیک السلام اور ایسا ہی جواب اولیائے کرام اور  
صلحائے امت کی ایک جماعت نے سنا۔ (الوفاء والوفاء ذیح ۲ ص ۱۳۵۲)  
ڈاکٹر صاحب کے گواہ ہی کی زبانی ندا۔ سماع۔ حیاۃ النبی صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم سب ثابت ہوئے اور واقعہ الحرة بھی صحیح سند کے  
ساتھ ثابت ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعاں کا

۲۱ ڈاکٹر صاحب نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ  
مسطرہ میں داخل ہونے کے متعلق لکھا ہے کہ یہ روایت عقلی طور پر  
صحیح نہیں کہ آخر عمر رضی اللہ عنہا، اگر منوں مٹی کے نیچے سے دیکھ سکتے تھے  
تو دوپٹہ کی آڑ کیا تھی۔

ڈاکٹر صاحب! یہاں افلاطونی دماغ کی ضرورت نہیں۔ دیکھئے ایک

فن سے ناواقف آدمی تو اسے بھی خلاف عقل کہہ سکتا ہے کہ بجلی کی رو،  
لوہے کے ایک موٹے ٹکڑے سے گزر سکتی ہے لیکن کاغذ جتنی موٹی  
ربر کی تہ سے پار نہیں ہو سکتی۔

افسوس! ڈاکٹر صاحب اپنے آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا



سے زیادہ سمجھدار سمجھتے ہیں کیوں کہ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کی ڈگری حاصل کی ہوئی ہے۔ جناب من! حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پردہ کرنا امتثالِ امر کے طور پر تھا۔ قال اللہ عزوجل ولینصربھن بخرھن علیٰ جیوبھن ولا یبدین زینتھن۔ الخ (النور ۳)

اور اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں۔ مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے بالوں پر۔ دوسری جگہ فرمایا۔ یا ایہا النبی قل لا زواجک و بنتک و نساء المؤمنین یدنین علیہن من جلا بیبھن (الاحزاب ۵۹) اے میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیبیوں اپنی بیٹیوں اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر تھوڑی اپنی چادریں نیچے کیا کریں۔

نیز بمطابق حدیث میت کا احترام اس طرح کرنا چاہیے، جیسے دنیاوی زندگی میں اس کا احترام کیا جاتا ہے۔ زندگی میں کپڑے کو پردہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح میت سے پردہ کرنے کیلئے بھی کپڑے ہی سے کام لیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب کے اس جاہلانہ اعتراض کا جواب تو ان کے نقل کردہ حدیث بر ص ۱۹ میں موجود ہے کہ اس وقت ڈھیروں مٹی کے نیچے خفق نعال کیسے سنا جاسکتا ہے۔ فتعا دروحد فی جسدہ والی حدیث لکھ کر اس کو ڈاکٹر صاحب نے ضعیف اور ناقابلِ اعتبار کہا ہے کیونکہ یہ براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے ذاذان نے روایت کی ہے۔ ذاذان کے متعلق تو عطاء بن السائب



فرماتے ہیں کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مشہور ساتھیوں میں سے تھے  
اب حضرت علی کا ساتھ دینا شیعہ ہونا ہے تو پھر تمام اہل سنت شیعہ  
ہوں گے کیونکہ وہ تمام حضرت علی رضی اللہ عنہ، کو امام برحق مانتے ہیں۔  
ذاذان کی شیعیت کے متعلق پہلے ملائکہ سیاحین والی روایت میں  
عرض کر چکا ہوں کہ کسی راوی کا شیعہ ہونے سے روایت مجروح،  
نہیں ہو سکتی۔ ورنہ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۵۱ میں ابان بن تغلب کا  
ترجمہ دیکھیں۔ میزان الاعتدال ڈاکٹر صاحب کا ص ۲۱ وغیرہ پر گواہ ہے  
انسوس ہے۔ اپنی باری کے لیے ڈاکٹر صاحب میزان الاعتدال سے  
سہارے تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اپنی شہادت پیش کرتے  
وقت میزان الاعتدال کو کھولنے کی توفیق نہیں رکھتے۔

اعادہ روح والی حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے صرف ذاذان  
نے روایت نہیں کی ہے بلکہ عدی بن ثابت - مجاہد بن جبیر - محمد بن عقبہ وغیرہم  
نے بھی روایت کی ہے۔ دیکھیے اپنے گواہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب  
الروح ص ۱۲، علاوہ ازیں حافظ صاحب موصوف نے اسی صفحہ پر لکھا  
ہے۔ وذاذان من الثقاۃ روی عن اکابر الصحابة کعمرو غیر  
وروی لہ مسلم فی صحیحہ قال یحییٰ بن معین ثقۃ وقال  
حمید بن ہلال وقد سئل عنہ ہو ثقۃ لا تسئل عن مثل  
ہؤلاء وقال ابن عدی احادیثہ لا بأس بہا اذا روی  
عن ثقۃ۔ پس ثابت ہوا کہ ذاذان ثقہ ہے اور روح کا بدن میں،



واپس لوٹائے جانے کو ڈاکٹر صاحب کا غلط کہنا خود غلط ہے۔

۲۲ پر دوسری روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجنا اور

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب فرماتا ڈاکٹر صاحب نے ناقابل اعتبار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن پڑھنے والوں پر اس حدیث کی

حیثیت کو پوری اور صحیح طور پر ظاہر نہیں کی ہے خیر یہ تو ان کی عادت ہے اور وہ اپنی عادت سے مجبور ہیں اور اسی وجہ سے ص ۳۹ پر یہ ہتی

اور مشکوٰۃ پر لگائی تہمت ڈاکٹر صاحب کے لیے وبالِ آخرت ہے۔

اس حدیث کے متعلق امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاذکار میں

وروینا فیہ ایضاً باسنادٍ صحیح۔ یعنی ہم نے اس حدیث کو صحیح

اسناد کے ساتھ سنن ابی داؤد کے کتاب الحج کے آخر میں باب

زیارة القبور میں روایت کی ہے (کتاب الاذکار ص ۹)، (تفسیر ابن کثیر سوم

ص ۵۳۴) ڈاکٹر صاحب تو اس مرض میں مبتلا ہیں کہ جس طرح بھی ہو مسلمانوں

کا اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قطع تعلق پیدا ہو جائے۔

(اعاذنا اللہ من ذالک) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اَسْمَعُ

صَلَاةَ أَهْلِ مَحَبَّتِيْ کہ میں اہل محبت کا درود سنتا ہوں۔ (دلائل الخیر)

امام یوسف نبھانی نے حجتہ اللہ العالمین میں فرمایا ہے کہ میں جمعہ کے

دن درود بھیجنے والے کی آواز سنتا ہوں۔ شیخ محقق عبدالحق دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ نے جذب القلوب میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

سُننے کے متعلق لکھا ہے۔ شواہد الحق میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سُننا



## بزرگوں کے وسیلہ سے دعا مانگنا

ڈاکٹر صاحب ص ۲۲ پر لکھتے ہیں مُردہ بزرگوں کو دعا کے لیے وسیلہ بنانا شرک ہے، ص ۲۳ پر لکھتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ جو دنیا میں زندہ تھے ان کو دعا کے لیے وسیلہ بناتے ہیں۔ ص ۲۳ کے آخری سطروں میں لکھتے ہیں وسیلہ سے کسی کی ذات کو اللہ کے حضور وسیلہ بنانا مقصود نہیں۔

ڈاکٹر صاحب پہلے تو اپنے ذہن کا علاج کروائیں۔ کبھی کہتے ہیں، زندوں کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں وسیلہ سے کسی کی ذات کو اللہ کے حضور وسیلہ بنانا مقصود نہیں۔ خیر یہ تو آپ کی ذہنی خرابی کا نتیجہ ہے لیکن اب آئے اپنے گواہوں سے پوچھیے کہ وہ آپ کی، لیبارٹری میں تیار شدہ خانہ زاد شرک کو تسلیم بھی کرتے ہیں یا نہیں، او مُردہ بزرگوں کو وسیلہ بنا کر وہ مشرک ہوئے یا نہیں۔

(ا) علامہ شامی اپنی کتاب ردالمختار جلد اول ص ۴ پر حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھتے ہیں۔ فن المشائخ الکبار حجج الدعوات یستسقی بقبورہ۔ بزرگ مشائخ میں شمار ہیں۔ بحباب الدعوات تھے ان کی قبر پر بارش مانگی جاتی ہے۔

(ب) پھر اسی ردالمختار ص ۴ پر لکھتے ہیں۔ ومنہم ختم الدائرة الولایة قطب الوجود سیّدی محمد الشاذلی البکری الشہید



بالحنفی الفقیہ الواعظ احد من صرف اللہ تعالیٰ فی الکنون  
 و مکن من الاحوال و نطق بالمغیبات و خرق له العوائد  
 و قلب له الاعیان حنفی اولیاء کے دائرہ ولایت کے خاتم سیدی  
 محمد شاذلی بکری حنفی رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ ان اولیاء اللہ میں سے ہیں جن کو  
 اللہ تعالیٰ نے امور تکوینی میں تصرف عطا فرمایا تھا اور حالات پر ان کو قدرت  
 دی تھی انہوں نے غیب کی باتیں بیان فرمائی ہیں اور دیگر ایسے بہت سے  
 امور خارقہ للعادت بھی ان کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے تھے۔

وج، ردالمختار جلد اول ص ۱۵ پر لکھتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے  
 ہیں۔ انی لا تبرک بابی حنیفۃ واجی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاحۃ  
 فصلیت رکعتین و سألت اللہ عند قبر فتقضی سربیعاً میں امام  
 ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا  
 ہوں جب مجھ کو کچھ حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا  
 ہوں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر رب سے  
 دعا کرتا ہوں تو فوراً حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

ردی اسی ردالمختار ص ۳۲۴ پر ہے۔ قریر الزیادی ان الانسان اذا ضاع

له شیئاً و اراد ان یرده اللہ سبحانہ علیہ فلیقف علی مکان

عال مستقبل القبلة ویقرأ الفاتحة ویهدی ثوابها للنبی

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ثم یرید ثواب ذلک لسیدی

احمد بن علوان ویقول یاسیدی احمد بن علوان ان اترد



على ضالتي والا نزعتك من ديوان الاولياء فان الله تعالى

يرد على من قال ذلك ضالته ببركته . زيادی نے بیان کیا کہ

جب آدمی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ چاہے کہ خدا اس کو واپس  
دلائے تو ایک بلند جگہ پر قبلہ رو ہو کر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب  
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کر کے سید احمد بن علوان رضی اللہ  
عنه کو پہنچائے اور کہے اے سید احمد بن علوی اگر میری گمی ہوئی چیز تم نے  
واپس دلا دی تو خیر ورنہ میں تمہارا نام دفتر اولیاء اللہ کٹوا دوں گا یعنی  
میں تجھے ولی اللہ تسلیم نہیں کروں گا اللہ تعالیٰ اس عمل کی برکت سے  
وہ گمی ہوئی چیز اس کو واپس دلا دے گا۔

۱) تفسیر روح المعانی جزو ۳، ص ۲ پر ہے، ولا شك في ان الله

يحصل لزايرهم مدد روحاني ببركتهم وكثيرا ما تخل

عقد الامور بانامل التوسل الى الله بحرمتهم . اور اس میں

شک و شبہ نہیں کہ ان کی بارگاہ میں حاضری دینے والوں کو روحانی امداد،  
نصیب ہوتی ہے اور بسا اوقات بارگاہ خداوندی میں ان کی حرمت و  
عزت کا واسطہ دینا مشکل کشائی کا موجب بن جاتا ہے۔

۲) پھر یہی تفسیر روح المعانی ص ۲۸ پر لکھتے ہیں۔ لا ينبغي توقف

في ان الله قد يكرم من شاء من اولياءه بعد الموت كما

يكرم قبله بما شاء فيبرئ سبحانه المريض وينقذ الخريق

وينصر على الاعداء وينزل الغيث ركيت وكيت كرامة له۔



اس امر میں تردد و توقف کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اللہ رب العزت اپنے اولیاء کو وصال کے بعد بھی کرامتوں سے نوازتا ہے جیسا کہ حالت حیات میں پس کبھی مریض کو ان کے ہاتھ پر بطور کرامت شفا بخشتا ہے کبھی کسی کو غرق ہونے سے بچاتا ہے، کبھی دشمنوں پر غلبہ دیتا ہے تو کبھی ان کے عرض کرنے پر بارش برساتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

(ص) الوفاء الوفاء ص ۱۳۷ پر اور ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری جزو ۲ ص ۵۴۲ پر لکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط کے دوران ایک شخص نے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر عرض

کیا۔ یا رسول اللہ استسق لا متک فانهم قد هلكوا فاتی الرجل فقیل له ایت عمر۔ الخ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لیے بارش طلب فرمائیں کہ وہ ہلاکت کو پہنچی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو خواب میں آکر فرمایا کہ تم عمر سے میرا سلام کہو اور بارش کی بشارت دو اور ان سے یہ بھی کہہ دو کہ دین میں نرمی اختیار کریں۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے مذکورہ دونوں گواہوں تصریح کی ہے کہ وہ شخص بلال بن حارث منزی رضی اللہ عنہ صحابی رسول تھے۔

وردی ابن ابی شیبہ باسناد صحیح عن مالک دارمی وکان خازن عمر اور اس واقعہ کو ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خازن مالک دارمی سے روایت کی ہے۔ (ط) علامہ عتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سید دو عالم صلی اللہ



علیہ وآلہ وسلم کے مزار اقدس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دیہاتی نے  
 حاضر ہو کر عرض کیا۔ السلام علیکم یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کا ارشاد  
 ہے۔ ولو انہم اذ ظلموا ذپوری آیت: نساء ۹ سنی ہے اور آپ  
 کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ خداوند قدوس کے حضور میں میری  
 شفاعت فرما کر میرے گناہ بخشوائے اور یہ شعر پڑھے۔  
 یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ ۛ فطاب من صلیبہن والالہم  
 نفسی الفداء لقبرانت ساکنہ ۛ فیہ السفاف وفیہ الجود والکرم  
 (ترجمہ) اے سب سے بہتر جس کی ہڈیاں میدان میں مدفون ہیں پس ان  
 کی خوشبو سے پست اور اونچی زمینیں مہک گئیں، میری جان اس قبر  
 پر قربان جس میں آپ ساکن ہیں اس میں پاکیزگی ہے اور اس میں جود و کرم ہے  
 بعد ازاں وہ دیہاتی چلا گیا۔ اور میری آنکھ لگ گئی تو میں سید دو عالم صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)  
 نے فرمایا اس اعرابی کو جا کر بشارت دے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔  
 (الوفاء الوفاء ص ۱۳۶ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵۲)

چاروں مذہب کے علماء نے یہ قصہ مناسک میں ذکر کیا ہے۔ اور اسے  
 ادب زیارت میں شمار کیا ہے۔ ابن عساکر نے اسے اپنی تاریخ میں اور  
 ابن جوزی نے مشیہ الغرام الساکن الی اشرف الاماکن میں بروایت محمد بن  
 حرب ہدالی نقل کیا ہے۔ اب حیرت یہ ہے کہ جو لوگ ڈاکٹر صاحب کے  
 فتویٰ کے زد میں آ کر مشرک قرار پاتے ہیں۔ آپ انہیں کے اقوال سے



احتجاج بھی کرتے ہیں۔ اور انھیں کئی عبارتوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں جیسے کہ میں یہ واقعات خاص ان ہی کے گواہوں سے ذکر کیے اور پھر بھی ڈاکٹر صاحب اپنی اس جہالت پر مُصر ہیں کہ مُردہ بزرگوں کو دُعا کے لیے وسیلہ بنانا شرک ہے (ص ۲۲)

## اللہ تعالیٰ کو کسی کے حق کا واسطہ دینا

ڈاکٹر صاحب کو حق کا فرق معلوم نہیں ورنہ وہ اس بارے میں کچھ لکھنے کی جرأت نہ کر سکتے جیسا کہ ص ۲۳ پر لکھا ہے۔

حضرات! حق کی دو قسمیں ہیں ایک ہے حق استحقاق یعنی واجبی یہ اللہ تعالیٰ جلد مجبہ پر کسی کا نہیں کیونکہ کسی بندے کو اگر اللہ تعالیٰ ثواب

دے دے تو یہ اس کا فضل و کرم ہے۔ اور اگر کسی کو عذاب کرے تو یہ اس کا عدل ہے، کسی کو اس کے ثواب یا عذاب دینے پر اصرار

کا حق حاصل نہیں اور دوسرا ہے حق تفضلی اور یہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ قرآن میں فرمایا ہے۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرَ الْمُؤْمِنِينَ

(الرُّوم ۴۷) وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَجْعُ الْمُؤْمِنِينَ (يونس ۱۰۳)

اور حدیث شریف میں ہے۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ يَا مَعْزُومًا حَقَّ اللَّهُ عَلَى الْعَبْدِ وَمَا حَقَّ الْعَبْدُ

عَلَى اللَّهِ قَالَ مَعْزُومًا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَالسَّلَامُ حَقَّ اللَّهُ عَلَى الْعَبْدِ أَنْ يَعْبُدَهُ وَلَا يَشْرِكْ بِهِ



شَيْئًا وَحَقَّ الْعَبْدُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ وَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ  
مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ ص ۳۳۴)

یہاں یہی حق مراد ہے جسے ڈاکٹر صاحب نے حرمت و توسل کا  
نام دے نا جائز قرار دیتے ہیں، حالانکہ ڈاکٹر صاحب کے ضد کے گواہ فتح  
القدیر ج ۲ ص ۳۳۴ پر علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

ثُمَّ يَسْأَلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الشَّفَاعَةَ فَيَقُولُ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْأَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَالتَّوَسَّلُ بِكَ إِلَى اللَّهِ فِي أَنْ أَمُوتَ  
مُسْلِمًا عَلَى مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ - صلوة و سلام کے بعد سید دو عالم صلی

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کرتے ہوئے یوں کہے —  
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جناب سے شفاعت کا  
سوال کرتا ہوں اور آپ کا وسیلہ پکڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا  
کرتا ہوں کہ وہ میری موت آپ کی ملت اور آپ کی سنت پر فرمائے۔

ہم سب اور ڈاکٹر صاحب کے محترم گواہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پاکیزہ  
مسئلہ پر طویل بحث کی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ جس نے سلام پیش  
کرنے کے لیے کہا ہو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر بھی اس کا  
سلام پیش کرے۔ چلو اچھا ہوا۔ اس سے بھی زیارت النبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم۔ سماع۔ ندا۔ وسیلہ، سب ثابت ہوئے الحمد للہ علی  
ذالک۔ اسی طرح خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی  
فاطمہ بنت اسد کے لیے دعا فرمائی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاٰتِحٰی



فحملہ بنت اسد ووسع علیہا مدخلہا بحق نبیک والانبیاء  
الذین من قبلی فانک احسن الراحمین ذ اور حاکم ابن حبان  
نے اس کی توثیق کی ہے۔ (الوفاء الوفاء ص ۸۹۹ و ص ۱۳۴۳ اس تمام بحث  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی ذات کو وسیلہ بنا کر  
کسی خاص قبر کی زیارۃ کا غلط عقیدہ ص ۲۸ اور قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کے وسیلہ سے بارش ص ۲۹ کے جوابات بھی ہو گئے۔

## حیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق

### امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ڈاکٹر صاحب نے غرائب فی تحقیق  
الذہاب کے حوالہ سے ایک واقعہ منسوب کیا ہے۔ حیرت ہے  
کہ خود ڈاکٹر صاحب ایک مجہول شخص کی مجہول حکایت بیان کرنے  
سے باک نہیں کرتے اور دوسروں سے ص ۱ پر رجل من الانصاء  
کا نام پتہ اور حدیث کی کتاب کا مطالبہ بڑے زور و شور سے کرتے  
ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو خود بھی اس واقعہ کے بیان کرتے وقت کتاب  
کے مصنف کا نام حوالہ بقیہ صفحہ بیان کرنا چاہیے تھا اور من یاتی القبور  
میں من سے مراد کون شخص ہے۔

اگر یہ واقعہ سچا ہوتا تو یقیناً اصحاب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ



اور دیگر مشائخ مذہبِ حنفیہ گفتگو میں لاتے اور یہ مسئلہ عامتہ الورد ہوتا۔ ورنہ خود  
 تو حضرت امامِ عظیم رحمۃ اللہ علیہ نے روضۃ الطہر کے سامنے دربار نبوت میں حاضر  
 ہو کر یہ قصیدہ پیش کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ سمجھ کر خطاب عرض کیا۔  
 ۴ یاسیۃ السادات جنتک ق صدًا

الرجوا رضاك واحتمى بحماك  
 (قصیدہ نعمان ص ۱۳)

(ترجمہ) اے تمام پیشواؤں کے پیشوا تیرے در پر حاضر ہوا ہوں۔  
 تیری رضا اور تیری عنایت کا خواہاں ہوں۔  
 دوسری جگہ عرض کیا۔ ۴

یا اکرم الثقلین یا ک نزالوہی  
 جدلی بجدک وارضنی برضاک  
 انا طامع بالجدود منك ولم یکن  
 لابی حنیفۃ فی الانام رسواک (ص ۶۳)

(ترجمہ) اے دونوں جہانوں کے جود و سخا کے مخزن، میں ہر لحظہ تیری،  
 لطف و رضا کا خواہاں ہوں، میں تیری جود و سخا کا طمع رکھتا ہوں  
 کھلا اس ابو حنیفہ کا تیرے سوا اب کون ہے۔

کسی کے ساتھ بات نہ کرنے کے قسم کا مسئلہ  
 اس مسئلہ سے ائمہ کی طرف انکار سماع قطعاً ثابت نہیں انہوں نے



تو صرف فقہی مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ جس نے زندہ آدمی کے ساتھ کلام نہ کرنے کی قسم کھالی تو وہ صرف اس کی زندگی میں کلام کرنے سے حانت ہو جائے گا یعنی قسم ٹوٹ جائے گی۔ اور اس شخص کو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ اگر موت کے بعد کلام کرے گا تو پھر حانت نہیں ہوگا۔

اصل وجہ حانت ہونے کی یہ ہے کہ مدارِ حلف و قسم عرف پر مبنی ہے اور عرف عام میں دنیاوی زندگی میں اظہار ناراضگی کے لیے کلام ترک کی جاتی ہے نہ کہ بعد از مرگ۔ لان الغرض من الحلف علی ترک الکلام اظہار مقاطعة و ذالک لا یتحقق فی المیت (فتح القدیر ج ۲ ص ۴۱۴)

غرض کلام نہ کرنے کی قسم سے قطع تعلق کا اظہار ہوتا ہے اور یہ میت میں متحقق نہیں صرف زندہ افراد میں متحقق ہوتا ہے۔ فقہاء کے فتوؤں کو سمجھنے کے لیے عقل سلیم و تفقہ فی الدین کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ صرف پی ایچ ڈی کی ڈگری کی قسمیں عرف پر مبنی ہوتی ہیں لہذا اس سے سماع موتی کی نفی ثابت کرنا نری جہالت ہے۔ دیکھیے اگر کوئی قسم کھائے میں گوشت نہیں کھاؤں گا اور پھلی کھائی تو فقہا کہتے ہیں کہ حانت نہیں ہوگا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پھلی کے گوشت کو لحمًا طریاً (فاطر ۱۲) فرمایا ہے اسی طرح بساط کا لفظ پھونے کے لیے عرف میں استعمال ہوتا ہے مگر قرآن میں زمین کے لیے بساطاً آیا ہے۔ واللہ جعل لکم الامراض بساطاً لکن لکم توکلاً

وہ شخص زمین پر سونے سے حانت ہوگا۔ جس نے بساط پر نہ سونے کی قسم کھائی ہو نہیں ہرگز نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شر الدواب (الانفال)



کالفظ قرآن میں کفار کے لیے استعمال کیا ہے اب اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ پر سوار نہ ہوگا تو کافر پر سوار ہونے سے حانت نہ ہوگا لہذا جب بعض قرآنی میں ثبوت کے باوجود عرف غالب ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ عرف کے حکم کو عرف تک محدود رکھتے ہیں تو ڈاکٹر صاحب کیوں قرآن و فقہائے عظام کے خلاف مسلمانان عالم کو مشرک بنانے کے لئے راستے تلاش کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں جس طرح وما ات بہادی العمی عن ضلالتکم میں حقیقی اندھے مراد نہیں بلکہ وہ کافر مراد ہیں جو آنکھیں ہونے کے باوجود انہیں حق دیکھنے کے لیے استعمال نہیں کرتے اسی طرح انک لا تسمع الموتی میں بھی حقیقی طور پر مردہ لوگ مراد نہیں بلکہ وہ زندہ کافر مراد ہیں جو زندگی کے ہوتے ہوئے زندگی سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور ایمان لاکر ابدی زندگی کا انتظام نہیں کرتے۔ نیز قرآن میں لا یسمع الموتی یا لا یسمع من فی القبور کا کہیں ذکر نہیں تو پھر یہ دعویٰ کس طرح صحیح ہے کہ اموات اور اہل قبور نہیں سنتے۔

رس، موتی کے بارے میں کچھ بحث جنگ بدر کے مشرک مقتولین کے معاملہ میں اور ایک دو جگہ بھی پہلے بیان کر چکا ہوں۔ وہاں دوبارہ ملاحظہ کیجئے۔



# حیاء النبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور

## قبر کی زندگی

سب سے بڑی غلطی جو اس عقیدہ کے سمجھنے میں لگ جاتی ہے وہ موت کی حقیقت سے ناواقفیت ہے ظاہر بن یہ سمجھتے ہیں کہ موت اس فناء کا نام ہے جس پر ایک انسان موت کے آنے پر جس طرح صفحہ زمین سے اٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح وہ مل کر یا آگ وغیرہ میں جل کر لاشیٰ اور معدوم محض بنایا جاتا ہے حالانکہ یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور اسلامی عقائد کی رو سے بالکل غلط ہے کیونکہ موت اسی طرح خداوند قدوس کا امر ہے حیات اور موت دو مستقل حقیقتیں ہیں۔ ارشاد فرمایا۔

ذلتی الموت الحیات (الملک علی اللہ تعالیٰ نے موت اور حیات کو پیدا فرمایا۔ یعنی موت اور حیات دو وجودی حقیقتیں ہیں اس لیے موت کو ولادتِ ثانیہ یعنی دوسری پیدائش بھی کہا جاتا ہے۔

(مرقاۃ ج ۱ ص ۱۷۹) یہ بات شرعاً عقلاً اور مشاہدہً بالکل درست ہے کہ ہر انسان پر اس کا عمر طبعی کامل ہونے پر موت آجاتی ہے۔

اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر شدہ وقت پر فوت ہو جاتا ہے۔ اس کو انتقال بھی کہتے ہیں یعنی دنیاوی زندگی کو چھوڑ کر دوسری زندگی کی طرف منتقل ہو جانا۔ جس کو قرآن مجید نے برزخ (پردہ) کے ساتھ تعبیر فرمایا



ہے۔ چنانچہ دنیا والوں اور مسافرانِ آخرت کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے اب یہ ان کے حالات نہیں دیکھ سکتے۔ قرآن فرماتا ہے  
حتیٰ اذا جاء احدہم الموت قال رب ارجعون لعلیٰ  
عمل صالحا فی ما ترکت کلا انہا کلمۃ ہو قائلہا  
ومن ورائہم برزخ الیٰ یوم یبعثون (المؤمنون، ۹۹، ۱۰۰)  
یہاں تک کہ جب پہنچے ان میں سے کسی کو موت، کہے گا اے میرے  
رب مجھ کو پھر بھیج دو۔ شاید کہ میں کچھ بھلا کام کروں۔ اس میں جو پیچھے چھوڑا  
ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے کہ وہ کہتا ہے اور ان کے پیچھے پردہ ہے،  
اس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے۔

جس طرح دیوار یا پردہ کے پیچھے کوئی کام ہوتا ہے تو وہ دوسری طرف  
والوں کو نظر نہیں آتا۔ مگر وہ ہوتا ضرور ہے۔ اسی طرح قبر اگرچہ نظار  
صدوق نما ایک مٹی کا ڈھیر ہے لیکن اس میں مردہ اپنے ایمان و عمل  
کے مطابق زندگی گزارتا ہے اور آج کل تو ٹیلی ویژن کے صدوق سے  
اس حقیقت میں کسی قسم کی تعجب کا شبہ تک بھی نہیں رہا ہے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔ ومن یعذب فی القبر توضع فیہ  
الحیات فی قول العامۃ (ہدایہ دوم ص ۲۸۴) جس شخص کو عذاب دیا  
جاتا ہے جمہور کے مذہب کے مطابق اس میں حیات برزخیہ رکھ  
دی جاتی ہے۔ پس اس کا شارح گواہ ڈاکٹر صاحب علامہ ابن ہمام  
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فلا یتصور من العاقل بالعذاب مع عد



المحساس کسی عاقل سے یہ ممکن نہیں کہ وہ عذاب قبر کا اقرار کرے اور قبر میں ہونے والی زندگی اور احساس کا انکار کرے۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶، رد المختار ج ۳ ص ۱۴۳) جب عام انسانوں کو موت کے بعد ایک گونہ حیات حاصل ہوتی ہے جس کی بنیاد پر وہ راحت اور عذاب کو محسوس کرتے ہیں۔ پھر ان میں وہ سعادت مند بھی ہیں جن کو قرآن کریم نے (البقرہ ۱۵۴) میں مردہ کہنے اور (آل عمران ۱۶۹) میں مردہ سمجھنے سے منع فرماتے ہوئے پھر اسی آیت میں بل احياء زندہ سمجھنے کا حکم فرمایا ہے۔ بلکہ وہ سعادت مند جن کو یہ درجہ اور فضیلت انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور ان کی تعلیمات پر یقین کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ تو انبیاء علیہم السلام کی حیات بطریقِ اولیٰ ثابت ہوئی اور اس پر قرآن کریم گواہی بھی دیتا ہے جیسا کہ فرمایا وَأَسْئَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا۔ (الزخرف ۴۵) اور آپ پوچھیں ان رسولوں سے جن کو آپ پہلے ہم نے بھیجا۔ اس آیت کی تفسیر میں علماء تفسیر نے فرمایا يستدل به على حياة الانبياء عليهم السلام؛ اس آیت سے انبیاء علیہم السلام کی حیات پر استدلال کیا گیا ہے۔ کیونکہ جو مر گئے ہیں۔ ان سے کسی بات کا پوچھنا یا پوچھنے کا حکم دینا یہ درست نہیں ہو سکتا۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر صاحب کے گواہ روح المعانی جلد ۲۴ ص ۸۹) نیز اس تفسیر کے جزو ۲۲، ۲۵ پر لکھا ہے کہ قبل انہ علیہ السلام یاخذ الاحكام من نبينا صلى الله عليه وآله وسلم



شفاها بعد نزولہ و هو فی قبرہ الشریف و اید بحديث  
 ابی یعلیٰ والذی نفسی بیدہ لیزلن عیسیٰ بن مریم ثم  
 لئن قام علی قبری وقال یا محمد لا جنبہ - حضرت عیسیٰ  
 علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کے مزار اقدس سے براہ راست احکام حاصل کریں گے اور اس قول کی  
 اس حدیث پاک سے ہوتی ہے جس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ  
 آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات اقدس کی جس  
 کی قبضہ قدرت میں میری جان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور  
 بالضرور آسمان سے نازل ہوں گے پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر  
 یا محمد کہیں گے تو میں ضرور بالضرور انہیں جواب دوں گا۔

اسی طرح قرآن عزیز میں فرمایا للتؤمنن بہ ولتنصرنہ (آل عمران)  
 اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے اس امر کا عہد لیا تھا کہ جب امام الانبیاء  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائیں گے تو ان کی مدد کرو گے اور ان پر  
 ایمان لائو گے پھر آگے فرمایا۔ قالوا اقررنہا۔ سب بولے ہم نے اقرار  
 کیا۔ تو پیغمبروں کی اس عملی اطاعت اور ایمان کا اظہار یہ سب امور حیا  
 الانبیاء کی دلیل ہے۔ ورنہ یہ عہد لغو ہوتا۔

نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم السلام پر سلام  
 کہنے کا حکم فرمایا و سلام علی المرسلین اور سلام سب  
 رسولوں پر پھر چند انبیاء علیہم السلام کا علیحدہ علیحدہ ذکر بھی فرمایا۔



(الصفات ۱۸) اگرچہ سعادت مند انسان اللہ تعالیٰ کے ارشادات پر بلاچون و چہر ایمان لے آتا ہے مگر بعض کو رباطن خرممان نصیب چون چہرا کرتے رہتے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر صاحب ص ۱۲ پر مفسر ہیں کہ نہیں جی۔  
 کسی محدث نے اپنی کتاب میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باب نہیں

لائی ہے۔

محدثین نے جو کتاب الروایا کے باب اپنی اپنی کتابوں میں باندھے ہیں تو اس سے ڈاکٹر صاحب کے ایمان میں کیا تازگی اور روشنی پیدا ہوئی۔ پھر حیاة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باب لانے کا مطالبہ کس منہ سے کرتے ہیں وہاں تو خواب کے معاملہ کو کاروبار کی حیثیت قرار دیتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے لینے کے باٹ اور ہیں اور دینے کے اور۔  
 ڈاکٹر صاحب ص ۲۱ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں زندگی کی روایتوں پر جرح کر کے لکھتے ہیں۔

۱) مروان بن محمد کو ابن حزم نے ضعیف کہا ہے۔

۲) حماد بن اسامہ کو الازدی نے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔

۳) ص ۲۲ پر لکھتے ہیں یزید بن عبد اللہ بن قسیط ضعیف ہے۔

۴) حمید بن زیاد کو سیوطی، نسائی، ابن حماد اور احمد بن حنبل نے ضعیف

بتایا ہے۔ پھر ص ۲۲ پر لکھتے ہیں اس جرح کے بعد اس روایت کو رد جرح

کے لیے دلیل بنانا کس قدر غلط ہے۔

افسوس ہے ڈاکٹر صاحب کو مذکورہ راویوں کی تضعیف نظر آئی،



لیکن توشیح نظر نہیں آئی۔ ڈاکٹر صاحب کی اپنے ماخذ پر بھی پوری نظر نہیں اور یادہ جان بوجھ کر دھوکہ دینے کے لیے اس طرح لکھتے ہیں۔

خیر یہ ڈاکٹر صاحب کی سرشت ہے لیکن اب مذکورہ راویوں کی توشیح ڈاکٹر صاحب کے ص ۱۹ کے گواہ تقریب التہذیب ہی سے سُنئے۔

۱، مروان بن محمد ثقہ پھر اس متی ۴ کی علامت بنائی ہے یعنی یہ سُنن اربعہ کے راوی ہیں سب کے نزدیک قابل اعتبار ہے۔ (ج ۲ ص ۲۳۹ ۱۰۲۴)

۲، حماد بن اسامہ (ابو اسامہ) کے متعلق لکھتے ہیں ثقہ ثبت۔ رجمادلس۔ ع کا نشان بتا دیتا ہے کہ صحاح ستہ کے متفق علیہ راوی

ہے۔ (ج ۱ ص ۱۹۵ ۵۲۹)

۳، یزید بن عبد اللہ بن قسیط۔ ثقہ من الرابعة۔ پھر ع کا نشان لگایا، یعنی صحاح ستہ کے متفق علیہ راوی ہے (ج ۲ ص ۳۶۷ ۲۸۱)

۴، حمید بن زیاد۔ صدوق (بخ دت عس کے نشانات) یعنی بخاری کے ادب المفرد۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ مسند علی۔ ابن ماجہ کے راوی ہیں (ج ۱ ص ۲۲ ۵۹۳)

چنانچہ مذکورہ محدثین نے ان راویوں کی روایتیں نقل کی ہیں جس سے ان کا قابل اعتبار ہونا ثابت ہوا۔ باقی روح کا بدن میں لوٹائے جانے پر تفصیلی بحث پہلے ص۔ پر عرض کر چکا ہوں۔



# حیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق

## صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

صحیح البخاری کی کتاب المغازی میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہر مبارک سے چادر اٹھائی۔ آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور بے اختیار رو پڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا۔ یا بی انت وائی واللہ لا یجمع اللہ علیک موتین اما الموتة التی کتب علیک۔ (بخاری شریف ج ۲ صفحہ ۶۲) میرے مال باپ آپ پر قربان ہوں خدا کی قسم اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے دوسرے گواہ حافظ ابن حجر عسقلانی منکرین حیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ واحسن من هذا الجواب ان يقال ان حیاء فی القبر مستمرة لا یعقبها موت بل یستمر حیاءً والانبیاء احياء فی قبورهم (فتح الباری ج ۲، صفحہ ۳۶۴) احسن ترین جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قبر شریف میں پھر ایسی حیاتِ دائمہ حاصل ہو چکی ہے کہ اب اس کے بعد کبھی ورودِ موت نہ ہوگا۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔



حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فراست پر قربان ہو جاؤں کہ  
پہلے حیات بعد الوفات کی طرف اشارہ فرمایا تاکہ وقوع موت کی حسرت  
سے کہیں حیات ثانیہ کی نفی لازم نہ آئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ  
نے اپنی اسی صحیح البخاری میں قول المیت کا باب باندھا ہے یعنی  
یعنی وہ بدن اور دھڑ جس کو میت کہا گیا ہے اور بظاہر وہ میت  
ہے مگر شرعی طور پر اس کی موت فناء کامل نہیں۔ بلکہ اب بھی وہ  
اپنے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بول رہا ہے اس کی آواز کو ہر چیز سنتی  
ہے مگر انسان نہیں سن سکتا۔ اور اس کی وجہ بھی ارشاد فرمائی کہ  
اگر ہر انسان سن لے تو وہ اس ہیبت سے بے ہوش ہو جائے۔  
شاید کہ اب اس سے عقل کے پرستاروں کا شبہ دور ہو گیا ہو گا جب  
عام انسانوں، شہداء، انبیاء علیہم السلام کی قبر کی زندگی ثابت ہے تو  
پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ان سے کیوں ممتاز اور عالی  
شان نہ ہو۔ جب کہ طائے رسالت کی ابتداء ہی میں ان کو یہ  
خوش خبری سنادی گئی تھی۔ وللاخرة خیر لك من الاولى۔  
(الصحیح) اور یہ بات یقینی ہے کہ آخرت بہت بہتر ہوگی۔  
اپنے لیے اس پہلی زندگی سے۔ باقی رہا خلافت ابوبکر رضی اللہ  
عنہ میں ارتداد۔ خلافت عمر رضی اللہ عنہ، میں قحط۔ عثمان رضی اللہ عنہ  
کی خلافت میں فتنہ۔ جنگ جمل و صفین کے واقعات وغیرہ تو ان  
جیسے مسائل کا حیاة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا تعلق ہے



ہو سکتا ہے کہ ان آزمائشوں میں کسی خاص حکمت کو مد نظر رکھا گیا ہو۔  
یا کم از کم فیتقولون سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

جیسے غنایات کے لیے ان آزمائشوں کو جھیلنے ہوئے اُمّتِ محمدیہ  
علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کو نمونہ چھوڑا ہو بہ گواہی قرآن انبیاء  
علیہم السلام کو یہودیوں نے قتل کیا تھا کیا وہ اس مصیبتِ نجات پانے  
کے لیے اقرب من حبل الوريد۔ خداوندِ قدوس سے مدد نہیں

مانگ سکتے تھے۔ کیا ان کا اللہ تعالیٰ کے اس وعدے پر ایمان نہیں تھا  
حقاً علینا نصر اللہ منین کہ مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ

کا وعدہ نصرت سچا ہے۔ کیا قرآن نے یہ نہیں بتایا ویقتلون  
الذین بغیر حق (البقرہ ۱۷۷) و آل عمران ۷۵ کہ یہودی انبیاء

علیہم السلام کو ناحق شہید کرتے۔ تو ڈاکٹر صاحب اینڈ کمپنی بتائیں۔  
را، کیا اللہ تعالیٰ امداد کرنے پر قادر نہ تھا؟ (نعوذ باللہ) لا کیا اللہ تعالیٰ

کا وعدہ سچا نہیں تھا؟ ۱۷۷ کیا قرآن کی گواہی سچی نہیں تھی؟ ۱۷۷ کیا انبیاء  
علیہم السلام مؤمن نہیں تھے۔؟ تو پھر کیوں انبیاء علیہم السلام ناحق

شہید کئے گئے۔ جو جواب اس کے لیے ڈاکٹر صاحب کا ہے۔ وہی جواب

ہمارا اپنے لیے تسلیم کریں۔ ورنہ ڈاکٹر صاحب الفاظ کی سیرا پھیری

غلط تاویلات۔ فاسد وساوس اور ضعف ضعف کا رٹ لگانے

کو چھوڑ کر مسلمانوں کو جبراً مشرک بنوانے سے باز آجائیں۔ اُمید ہے

کہ خدا کا خوف رکھنے والے انصاف پسند مسلمان حضرات بھی اس پر



ضرور غور کریں گے۔

# صحتِ احادیث کے لیے تلقی

## بالقبول کا درجہ

قرآن و حدیث اور تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم سے ڈاکٹر صاحب کو قبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے منع کرنے کے لیے جب اور ذرائع نہ ملے تو خود ساختہ اصول کی روشنی میں احادیث پر غلط جرح کرنا شروع کیا تاکہ سادہ لوح مسلمانوں کو اور اردو خوان طبقہ کو آسانی سے دھوکہ دیا جاسکے۔ لیکن اس سے بھی ڈاکٹر صاحب کی ذہنی افتاد اور فاسد عقیدے کا پتہ خوب نمایاں دکھائی دیا ہے کیا یہ حقیقت ہے کہ ہر ایسی حدیث جس پر ائمہ نقد و رجال نے نقد و جرح کی ہو وہ مستروک سمجھا جاتا ہے۔ دیکھئے ارباب فن حدیث کے یہاں سند کے لحاظ سے صحیح ہونا اور بات ہے اور مقبول ہونا اور چیز ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی ذکر کردہ تمام احادیث جن پر انہوں نے جرح کی ہے ان احادیث کی پشت پر تلقی بالقبول کی مہر ثبت ہے۔ چنانچہ ان پر اہل علم کا اتفاق ہے اور اس جیسی بیگناہ مثالیں موجود ہیں۔ چند کی نشان دہی ذیل میں کی جاتی ہے۔ مشہور حدیث ہے۔ لا وصیة لوارث۔ وارث کے لیے کوئی وصیت



نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے گواہ حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔  
لا یخلو اسناد کل منہا من مقال اس کی ہر سند میں کلام ہے امام  
شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لا یشبہ اہل العلم بالحدیث و  
لکن العامة تلقتہ بالقبول و عملوا بہ یہ حدیث اہل علم کے ہاں  
 ثابت نہیں لیکن عوام میں اسے درجہ قبول حاصل ہے۔

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں بخاری کی تاریخ تکبیر  
 کے حوالہ سے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث لکھی ہے۔

من زرعہ القی و هو صائم فلیس علیہ القضاء وان استقاء

فلیقضی روزے کی حالت میں اگر قے آجائے قضا نہیں اور اگر قے

کرے تو قضا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث

صحیح نہیں ترمذی کہتے ہیں یہ نہیں لیکن حافظ صاحب اس کے باوجود

فرماتے ہیں لکن العمل عند اہل العلم لیکن اس پر اہل علم

کا اتفاق ہے۔ یہ اور اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جہاں خود

محدثین اور ائمہ نقد و رجال نے باوجود سند ضعیف ہونے کے حدیث

کے مقبول ہونے کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ اہل علم پر مخفی نہیں۔

اب ڈاکٹر صاحب کے مجروحہ مذکورہ تمام احادیث کی توثیق بھی علمائے

فتن سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر صاحب کے گواہ (الوفاء والوفاء ص ۱۳۳۶)

الباب الثامن فی زیارة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غلاوہ انیں یہ تمام احادیث متواترات میں سے ہیں انہیں تلمتی بالقبول



حاصل ہے چنانچہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح نجیۃ  
الفکر میں لکھا ہے۔ والمتمواتر لا یبحث عن رجالہ بل یجب

العمل بہ من غیر بحث صلا حدیث متواتر کی سند اور اس کے

رجال سے بحث نہیں کی جاتی ہے بلکہ اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

نیوڈاکٹر صاحب نے خود اپنے کتابچے کے صلا پر یہ بھی تسلیم کیا ہے

کہ کاذب کی ہر بات جھوٹی ہونا ضروری نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ زیارۃ

النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھا ہے انہا قریبۃ من الوجوب

لمن سعة (رد المحتار ج ۱ ط ۲۹) مدینہ منورہ کی زیارت ہر مسلمان

کے لیے واجب کے قریب ہے جس کے پاس زاہد راہ کی وسعت ہو۔

دوسرے گواہ فتح القدر کی بحث کو اس سے قبل شفاعت کے بیان

میں لکھ چکا ہوں۔ جس سے نذا زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سماع موتی وغیرہ یعنی ڈاکٹر صاحب کے

تمام مذکورہ شکیات کا دین اسلام کے جائز اعمال ہونا ثابت ہو چکے

ہیں۔ اسلام کے چودہ سو سالہ دور میں مسلمانوں کا عمل اس عقیدہ

پر رہا ہے کہ جس نے حج کیا۔ اس نے مدینہ منورہ کی زیارت ضرور

کی تاکہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں تحفہ

سلام پیش کرے۔ مسلمانوں کا یہ عمل امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ

والسلام کا عظیم اجماع ہے۔ کہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر

آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ الحمد للہ!



اب اگر کوئی ورق گردان تحریر و تقریر کا ماہر اس کے خلاف لب کشائی کرے تو وہ گویا پوری اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تغلیظ کے درپے ہے اور اجماع اُمت کا مخالف ہے۔

## بعض اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض ۱ :- سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآنِ عزیز نے خود میت فرمایا ہے جیسا کہ الزمرہ ۳ میں فرمایا۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاَنْتُمْ مَيِّتُوْنَ بے شک تو نے بھی مرنا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے۔

جواب :- اس مسئلہ کو سمجھنے سے پہلے ایک بات کا جاننا ضروری ہے اور وہ یہ کہ بعض خطاباتِ قرآنی میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان ہی کلمات سے خطاب فرمایا جن سے عام مسلمانوں کو فرمایا، مگر معنی اور مراد میں فرق ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ ۱۵۱ میں فرمایا۔ عَلِمِكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ یہ خطاب اُمت کو ہے کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے وہ سکھایا جو تم نہ جانتے تھے۔ اس سے مراد وہ تمام علوم و معارف ہیں جس کو انسان اپنی محنت کے ساتھ حاصل کر لیتا ہے مگر سورۃ النساء ۱۱۳ میں فرمایا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان علوم و معارف سے نوازا جو آپ اپنے علمی اور کسبی محنت سے کبھی بھی نہ جانتے تھے۔ اسی طرح الزمر کی آیت



مذکورہ میں دو باتیں ہیں انک میت بے شک آپ پر بھی موت آتی ہے۔ وانتھم میتون اور ان لوگوں کو بھی موت کا شکار ہونا ہے۔ اس آیت میں ایک نوا نحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخاطب ہیں اور آپ کی موت کا ذکر ہے۔ دوسری میں عام انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ دونوں موتوں میں فرق ہے۔

اعتراض ۱:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں لو کان موسیٰ حیاً ما وسعه الا اتباعی اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی سے مفر ہوتا۔ اب بتاؤ تمہاری بات مانیں

یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ (یہ قبریں یہ آستانے طے) جواب:۔ ڈاکٹر نے ہماری بات ماننے کو تیار نہیں، نہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور نہ اپنے گواہوں کی بات کو، ہم سماع موتی۔ حیاة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں تشریف لانا وسیلہ۔ قبر کی زندگی وغیرہ کو مانتے ہیں اور دوسروں کو اس کے ماننے کے لیے قرآن و حدیث سے صحیح ثبوت پیش کرتے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب نہیں ملتے ان کا سارا کتابچہ اس پر گواہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا افتعاد روحہ فی جسدہ لیکن ڈاکٹر صاحب اس فرمان نبوی کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں اور چوبوں کی طرح اس میں سوراخ کرنے کے لیے راستے تلاش کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو، یہ قبریں یہ آستانے



۳) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں۔ واللہ لا یجمع اللہ علیک موتین۔ لیکن ڈاکٹر صاحب ان پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا انہوں نے اقرار کیا ہے۔ (یہ قبریں یہ آستانے ص ۳۲) اسی طرح ڈاکٹر صاحب اپنے گواہوں کی بات بھی نہیں مانتے مثلاً ان کے گواہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ والانبیاء احياء فی قبورہم (فتح الباری ج ۱ ص ۳۶۴) اور ڈاکٹر صاحب وفات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مصر ہیں (یہ قبریں آستانے ص ۳۲) اب رہی اعتراض میں دی ہوئی حدیث۔ تو دیکھئے اس میں اتباعی کا لفظ ہے جس سے مراد احکام شرعی کا مکلف ہونا ہے جو کہ صرف دنیوی زندگی ہے نہ کہ برزخی زندگی۔ دنیوی زندگی کے بعد برزخی زندگی شروع ہو جاتی ہے جو کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ من ورائہم برزخ الی یوم یبعثون۔ برزخی زندگی کی مزید وضاحت ص ۳۶ پر گزر چکی ہے نیز یہ حدیث ختم نبوت کی دلیل ہے۔ مراد یہ ہے اگر موسیٰ علیہ السلام، دنیوی زندگی میں موجود ہوتے تو اپنی شریعت پر عمل نہ کرتے بلکہ میری پیروی کرتے۔ اور مجھ پر ختم نبوت کی عملی گواہ دیتے۔ نہ کہ خود پیغمبری کا دعویٰ کرتے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حج دوسرے حج کی کچھری میں گواہی دینے کے لیے جائے۔ تو وہ اس عدالت کے حج ہونے کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا۔

اعتراض ۴ :- اگر حیاتِ قبر کو مان لیا جائے تو اس سے قبر پرستی اور



شُرک اعتقادی و عمل کا دروازہ کھل جائے گا۔

جواب :- اسلام کو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم فرمایا کئی دیگر آیات کے علاوہ خود سورۃ فاتحہ میں مسلمان پڑھنے سے اهدانا الصراطِ المستقیم اسی صراطِ مستقیم کے ساتھ دو اور امتوں کا

ذکر فرمایا جو کہ اسلام سے پہلے گزر چکی ہیں ایک کو مغضوب علیہم اور دوسرے کو الضالین سے تعبیر فرمایا اسی کی تفسیر خود قرآن کریم نے ہی فرمائی ہے کہ مغضوب علیہم سے مراد یہودی ہیں کہ انہوں نے

انبیاء علیہم السلام کی توہین کی۔ ان کی تکذیب کی اور ان میں سے بعض کو شہید کر ڈالا۔ ففریق کذبتم و فریقاً تقتلون (البقرہ ۶۴)

اور الضالین سے مراد نصاریٰ ہیں کہ انہوں نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو عینِ خدا سمجھا قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم (المائدہ ۷۲)

خدا کا تہائی سمجھا۔ قالوا ان الله ثالث ثلاثة (المائدہ ۷۳)۔

اور خدا کا بیٹا کہا۔ وقالت النصارى المسيح ابن الله (التوبہ ۳۱)

یہی یہودیوں نے انبیاء علیہم السلام کی توہین اور بے ادبی کو اپنا شعار

بنایا اور عیسائیوں نے محبت اور عقیدت میں خداوندِ قدوس کی تقدس

پر ہاتھ جا ڈالا۔ قرآن حکیم نے ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کا حکم دیا

کہ نہ تو انبیاء علیہم السلام کی توہین کرو اور ان کو خدا کا کفو جانو۔ ہم

بحمدہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت ہیں۔ ہم قرآن عزیز اور حدیث

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں یہ



عقیدہ اسلامی سمجھتے ہیں کہ موت کے بعد بزخمی زندگی سب کو حاصل ہے۔ تو حضور  
انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں حاصل نہیں؟

اعتراض ۴ :- قبورِ صالحین کی زیارت سے بُت پرستی شروع ہونے کا اندیشہ  
ہے جیسا کہ قومِ نوح علیہ السلام نے شروع کی تھی۔

جواب :- اسی طرح تو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے پچھڑے کی عبادت شروع  
کی تھی پھر تو پچھڑے بھی نہ پالے جائیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ان کی عبادت شروع  
کرے۔ کیسا بے ہودہ اعتراض ہے۔ مزید وضاحت کے لیے ص ۱ پر قومِ  
نوح علیہ السلام کے اولیاء کی بحث پڑھیے۔

اعتراض ۵ :- اگر حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ نہ رکھا جائے تو کیا فرق  
پڑے گا؟

جواب :- اگر حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ نہ رکھا جائے تو انکارِ  
رسالت لازم آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت اب  
بھی قائم ہے نبوت اور رسالت آپ کا وصف ہے اور وصف بلا ذات  
قائم نہیں رہ سکتا۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو حیات حاصل نہیں  
تو آپ کی وصف رسالت کس طرح باقی رہ سکتی ہے۔ قیامت تک ہر  
انسان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا مکلف ہے اور جب بھی  
دولتِ ایمان کا شرف حاصل کرے گا تو وہ توحیدِ خداوندی کے ساتھ  
اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول تسلیم کرے گا جیسا  
کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی دولت



حاصل تھی۔ تعجب کی بات تو یہ ہے آج اگر کوئی ایمان لائے تو ڈاکٹر صاحب کے فتویٰ کے مطابق مردہ رسول پر ایمان لائے گا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زندہ رسول پر ایمان لاتے تھے۔ اس سے تو معلوم ہوا کہ آج کا ایمان ایمان نہیں کیونکہ ارشادِ ربّانی ہے۔ واذا قیل لهم امنوا كما امن الناس۔ اور جب ان (منافقوں) سے کہا جاتا ہے کہ ایسا ایمان لاؤ جیسا کہ دوسرے لوگوں (صحابہ) نے لایا ہے۔ تو ایمان وہی معتبر ہوگا جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی طرح ہو۔ ورنہ وہ ایمان نہیں بلکہ منافقت اور کفر ہے خداوند کریم ڈاکٹر صاحب کے اٹھارہ سالہ ایجنڈے کو ٹیکسالی توحید کی بجائے اصحابی توحید پر ایمان لانے کی توفیق نصیب کرے۔ آمین ثم آمین۔

اعتراض ۶ :- جب کسی خوش بخت کو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بموجب حدیث من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی کا شرف حاصل ہو گیا پھر تو وہ صحابی بن گیا۔

جواب :- صحابی ہونے کے لیے دو شرطیں ضروری ہیں۔ (۱) مسلمان ہونا اگر غیر مسلم کی ملاقات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی تو وہ صحابی نہیں کہلایا جاسکتا۔ جیسا کہ ابو جہل وغیرہ۔ (۲) بحالت ایمان حیاتِ ظاہری میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کر کے تادمِ آخر مومن رہتا۔ چنانچہ اب اگر کسی خوش بخت مومن کو یہ زیارت نصیب ہوئی تو وہ صحابی نہیں کہلایا جاسکتا البتہ اس کو اتنا اجر و ثواب ملے گا۔



جتنا امام الانبیاء سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیاوی زندگی میں زیارت کرنے والے کو ملتا تھا۔

اعتراض ۷ :- اگر مان لیا جائے کہ جناب رسول کریم کی حیات از قبیل حیات دنیوی ہے تو پھر آپ کہاں سے کھاتے اور پیتے ہیں خوراک کے بغیر زندگی امر محال ہے۔

جواب :- حیات کے لیے اس خوراک کا ہونا ضروری نہیں جو ہم کھاتے ہیں اس دنیا میں جب کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی کئی دنوں تک ظاہراً کچھ نہ کھاتے تھے مگر باطناً اپنے رب کے ہاں سے کھایا کرتے تھے جس کو مادی انسان نہ سمجھ سکے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ صحابہ کرام کو جب صوم وصال سے منع فرمایا تو صحابہ یہ عرض کرنے لگے کہ حضور آپ تو خود صوم وصال رکھتے ہیں پھر ہمیں اس سے منع کرتے ہیں کیا حکمت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایتکم مثلی ربیت عنہ رجبی یطعمنی ویسقنی (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۳) تم میں سے میری مثل کون ہے میں تو اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں اور وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

بشر ایسے کہ داخل انام نہیں

شمار دانہ تسبیح میں امام نہیں

اعتراض ۸ :- قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کی ارواح حجت



میں ہوتے ہیں اور کافروں کے سجدین میں تو پھر قبر کی زندگی کیونکر مان لی جائے؟  
جواب :- رُوح کے ٹھکانے کو خواہ علیین مان لیا جائے یا سجدین لیکن اس کا  
تعلق بدنِ خاکی کے ساتھ رہتا ہے۔ جیسے نیند میں رُوح کا تعلق بدن کے  
ساتھ رہتا ہے ارشاد ہے۔ والتی لعمرت فی منامہا فیمسک واتی

قضی علیہا الموت۔ (الزمرۃ) اور جو نہیں مریں ان کی نیند میں۔  
پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے۔ اس کی مثال میں یہ کہا جاسکتا  
ہے کہ سورج زمین سے کروڑوں میل کے فاصلہ پر ہے مگر سورج کی گرمی  
اور روشنی زمین پر اثر انداز ہوتی ہے اور آج کل تو اس پر اعتراض نہیں  
رہ سکتا کہ انسانی قوت زمین پر رہتے ہوئے ہزار ہا میل دور خدانی  
جہاز کو بلا کسی محسوس واسطے کے کنٹرول میں رکھتا ہے۔

اعتراض ۹ :- دُنیا میں انسانوں کے ڈھانچے ویسے بھی موجود ہیں تو بدن  
اسلامت رہنا صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ کیسے ہوگا؟

جواب :- دُنیا میں جو بعض مقامات پر ڈھانچے مل جاتے ہیں وہ صرف ظاہری  
ہڈیاں اور اعضاء ہوتے ہیں۔ جس سے مراد صرف ظاہری ہڈیاں اور ڈھانچے  
نہیں ہے بلکہ پورا بدن ظاہری اور باطنی اعضاء کے ساتھ مراد ہے۔ اور یہ  
ڈھانچے ادویات کے ساتھ تابوت یا شیشے کے گوز میں محفوظ رکھے  
جاتے ہیں حدیث شریف میں الارض کا کلمہ آیا ہے جس سے مراد یہ ہے۔

از زمین پر ان پاکیزہ اجسام کو حرام کر دیا گیا ہے یہ صرف انبیاء علیہم  
اسلام یا صلحائے امت پر خداوند کریم کی خاص نوازش ہے۔



اعتراض نہ:۔ قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں عام نصوص سے انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات و موت ثابت ہے اس صورت میں حیات الانبیاء کا عقیدہ کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ میری گفتگو اس بات میں نہیں کہ انبیاء علیہم السلام پر یا خاص طور پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موت طاری ہوئی یا نہیں ان تمام کے حق میں موت طاری ہونے پر تو میرا ایمان ہے مگر گفتگو اس بات میں ہے کہ قرآن و حدیث کی تمام نصوص کا مفاد صرف اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر موت طاری ہوئی لیکن یہ کس آیت یا حدیث میں آیا ہے کہ روح قبض ہونے کے بعد ان کے اجسام مسطرہ میں حیات باقی نہ رہی یہاں قدر ضرورت پر اکتفا کرتا ہوں گزشتہ صفحات کو اگر غور سے پڑھا جائے تو اس شبہ کا ازالہ خود بخود ہو جائے گا۔  
انشاء اللہ۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

## روضہ اطہر کی زیارت برکاتِ عظیمہ

### کے حصول کا ذریعہ

روضہ اطہر پر چاضری کا شرف حاصل کر کے (ا) سلام پیش کرنے والا جواب سے مشرف ہو جاتا ہے جس کی تفصیل آپ نے پڑھی۔



(۲) اس مبارک جگہ کو دیکھ لیتا ہے اور وہاں نماز پڑھ لیتا ہے جس کو سید  
دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روضۃ من ریاض الجنۃ فرمایا۔

یعنی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ۔ (۳) اس جگہ کی زیارت  
کر لیتا ہے جہاں حوض کوثر پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر  
مبارک رکھا ہوا ہے جس کے متعلق ارشادِ عالی ہے۔ ومنبری علی

حوضی اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ (۴) اُحد پہاڑ کو دیکھ  
لیتا ہے جس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہذا جبل محبنا ونحبہ

یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے

ہیں۔ (۵) اس پاکیزہ مٹی سے برکات حاصل کر لیتا ہے جس کے بارے

میں ارشاد فرمایا۔ والذی نفسی بیدہ ان فی غبارہا شفاء من

کل داہ (الوفاء لوفاء من اصل) قسم ہے اس ذات کی جس کے

قبضہ قدرت میں میری جان ہے مدینہ کے غبار میں ہر بیماری کے

لیے شفاء ہے۔ یہ تو ظاہری برکات کا کچھ حصہ ہے جو ہم جیسے گنہگاروں

کو حاصل ہو سکتا ہے۔ باقی دیگر باطنی اور روحانی برکات جو عشاق

حاصل کرتے ہیں وہ تو ان سے ہی پوچھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سب ایمان

والوں کو ان جیسے برکات سے بار بار مشرف فرمائے۔

آمین یا رب العالمین





## آخری گذارش!

حققرنے یہ مضمون خلوص نیت کے ساتھ اس لیے لکھا تاکہ ڈاکٹر عثمانی اور اس جیسے دیگر انسان نما شیطانوں کے گمراہ کن ایمان سوز لٹریچر کو پڑھ کر اگر کوئی مسلمان بھائی شکوک و شبہات میں مبتلا ہو چکا ہو تو اس کو دولت یقین و ایمان اور ادب عشق حق کی دولت سے دوبارہ سیر ہو جائے اور اس کی برکت سے کوئی غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو جائے تاکہ دوزخ کے دائمی عذاب سے بچے اور مسلمان بھائی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی اور غیر ارادی گستاخی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔ علاوہ ازیں مجھے اس مضمون کی تصدیق و تصویب

کے لیے کسی داد و شہرت کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس عقیدہ پر بحث و تکرار کی غرض ہے۔ صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی

میرے لیے سرمایہ سعادت دارین ہے۔ وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ  
 رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ  
 وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ  
 وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ  
 الرَّاحِمِينَ



ڈاکٹر صاحب کے گواہوں کی مختصر فہرست جو اس مضمون کے  
ماخذ بھی ہیں

نمبر شمار -	گواہ -	نام مصنف یا نام کتاب	یہ قبریں یہ آستانے کا صفحہ نمبر
۱ -	وفاء الوفاء -	للمسہودی رحمۃ اللہ علیہ	۶
۲ -	تفسیر ابن کثیر		۱۱
۳ -	مسلم شریف		۲۰ - ۲۳ - ۲۵
۴ -	بخاری شریف		۲۵ - ۲۳ - ۱۹ - ۱۲ - ۸
۵ -	میزان الاعتدال		۱۵ - ۲۱ - ۲۶ - ۲۳ - ۲۷
			۲۸ - ۳۵ - ۳۹
۶ -	حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ		۱۵
۷ -	نخبۃ الفکر		۱۹
۸ -	تقریب التہذیب		۲۰ - ۱۹ - ۱۵
۹ -	ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ		۱۹ - ۱۵
۱۰ -	ہدایہ		۲۲
۱۱ -	تفسیر روح المعانی		۲۳
۱۲ -	امام نووی رحمۃ اللہ علیہ		۲۷
۱۳ -	فتح القدیر		۳۰
۱۴ -	امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ		۲۹
۱۵ -	رد المحتار		۲۹ - ۶



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## مشکل کشائی بفضل الہی

ڈاکٹر صاحب نے ایک سوالنامہ شائع کیا ہے کہ ”کیا خُدا کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟“

اس سوالنامہ کو پھر ملتان شہر سے شیخ نور محمد نامی کسی شیخ نجدی نے بھی شائع کیا۔ اس سوالنامہ میں ڈاکٹر صاحب نے حسبِ عادت الفاظ کی ہیرا پھیری سے محبوبانِ خدا کے تصرفات و وسیلہ اور شانِ مشکل کشائی و حاجت روائی کے متعلق عوام کو فریب دینے کی انتہائی کوشش کی ہے چنانچہ اس کا جواب نامہ استاذ العلماء مولانا حافظ محمد احسان الحق صاحب قادری فیصل آباد ولے نے بنام مشکل کشائی بفضل الہی لکھ کر عام مسلمانوں کے استفادہ کے لیے ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانولہ کے جمادی الاخریٰ ورجب المرجب ۱۴۰۰ھ ہجری کے پرچوں میں شائع کیا ہے یہ ایمان افروز جواب نامہ بھی ہدیہ ناظرین ہے۔

مشکل کشا:۔ یہ ایسا نام نہیں جس کا استعمال قرآن و حدیث نے باری تعالیٰ جل مجدہ کے لیے مخصوص قرار دیا ہو۔ اور دوسروں کے لیے مُشْرک بتایا۔ بلکہ یہ لفظ خالق و مخلوق دونوں پر بولا جاسکتا ہے البتہ خالق کے لیے استعمال ہونے کی صورت میں اس کے جو معنی ہوتے ہیں مخلوق کے لیے وہ معنی مراد نہیں ہوتے جس طرح رُوفِ رحیم



سمیع و بصیر متعدد الفاظ قرآن و حدیث میں خالق و مخلوق دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں مگر مفہوم الگ الگ ہیں۔

قرآن مجید: قرآن مجید میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے کہ آپ بندوں پر سے ان کے بھاری بوجھوں اور سخت تکلیفوں کے پھندوں کو اتارتے ہیں۔ (الاعراف رکوع ۱۹)

اور انہیں دجہل و کفر کے اندھیروں سے نکال کر (علم و ایمان) کے اُجلے میں لاتے ہیں (ابراہیم غ) اہل حاجت کو اپنے فضل سے غنی کرتے ہیں (التوبہ غ) مندرجہ بالا آیات سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بہت بڑی شان مشکل کشائی ثابت ہوتی ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم جب دریا کے اور فرعونی لشکر کے سامان آپ سے فریادی ہوئی تو حکم ملا۔ دریا پر اپنا عصا طراس سے دریا پھٹ گیا۔ راستے نکل آئے بنی اسرائیل دشمن سے بچ کر پار چلے گئے (اشعراء رکوع ۴) پھر فرمایا اترک البحر رھوا، دریا کو یونہی جگہ جگہ سے کھلا چھوڑ دو۔ عصا مار کر ان کو چالونہ کرو تا کہ یہ فرعون غرق ہو جائیں۔ (الدرخان رکوع ۱) اسی طرح آپ کا عصا بنی اسرائیل کے لیے مشکل کشا اور کفا کے سر پر قبہ الہی ثابت ہوا۔ میدان تیمہ میں ساری قوم شدید پیاس میں مبتلا ہو گئی۔ پانی ملنے کا کوئی ظاہری سبب موجود نہ تھا۔ قوم نے آپ سے پانی مانگا آپ نے حکم خدا پتھر پر عصا مار کر بارہ چشمے جاری فرمائے (البقرہ رکوع ۷) جس کے پیاسوں کی بہت بڑی مشکل کشائی



ہوئی۔ ایک مقبول بندے کی ذبح کی ہوئی کٹے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ  
اس کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم کو لگا تو وہ بیکدم زندہ ہو گیا اور اس نے  
اپنے قاتل کا نام بتا کر سب کی مشکل کشائی کر دی۔ (البقرہ رکوع ۹)۔

سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص اپنے والد بزرگوار سیدنا یعقوب  
علیہ السلام کو بھیجتے وقت فرمایا۔ میرا یہ کرتہ لے جاؤ۔ اسے میرے باپ کے منہ  
پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ (یوسف رکوع ۱۰) سبحان اللہ مشکل  
کشائی و دفع مرض و بلا کی کتنی روشن دلیل ہے ع

دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ مادر زاد اندھوں کو  
اور سفید داغ والوں کو شفا دیتے ہیں اور باندہ تعالیٰ مردوں کو زندہ  
کرتے ہیں۔ (ال عمران رکوع ۵، المائدہ رکوع ۱۰۰)

ملائکہ کرام کے دیگر بے شمار تصرفات کے علاوہ فرمایا۔ فرشتوں کی تیز  
سے دنیا کے کام پورے ہوتے ہیں (النارعات ع ۱) جبرئیل امین ہواؤں  
پر اور شکروں پر موکل ہیں کہ ہواؤں کو چلانا اور شکروں کو فتح و شکست دینا  
ان کے متعلق ہے۔ اور میکائیل باران روئیدگی پر مقرر ہیں کہ مینہ برساتے  
ہیں اور درخت اور گھاس اور کھیتی اگاتے ہیں۔ اور عزرائیل قبض روح  
پر مسلط ہیں اور اسرافیل ان سب پر حکم لے کر آتے ہیں علی نبینا و علیہم السلام  
آیت مبارکہ کے اس مختصر بیان سے ہر ذی شعور سمجھ سکتا ہے کہ اللہ  
تعالیٰ کی جہاں قدرت کی انتہا نہیں وہاں اس کے فضل و کرم اور



جو دو سخا کی بھی حد ہیں اس نے مقبول بندوں کو بڑی سی بڑی قدر میں عطا فرمائی ہیں اور مشکل کشائی و حاجت روائی کی قوتیں بخشی ہیں اس کے اسی عطائے غیر مجذوف سے نہ اس کی ذاتی قدرت میں فرق آیا۔ نہ اس کے بندے اس کے شریک ہوئے۔ بلکہ پہلے بھی اور ان مشکل کشائیوں کے اظہار کے وقت بھی ہر آن ہر لحظہ ہر گھڑی وہ اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہوتے ہیں اور حقیقی مشکل کشا سے لے کر اس کے حکم کے مطابق ہی کے نائب و خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اس کے بندوں کی مشکل کشائی فرماتے رہتے ہیں۔ اس دنیائے عالم میں عام قانون قدرت یہ ہے کہ ایک مخلوق کی مشکل دوسری مخلوق کے ذریعہ حل کی جاتی ہے بھوک اور پیاس کی مشکل روٹی اور پانی سے، زہر کی مشکل تریاق سے، بیماری کی مشکل دوائی سے، عریانی کی مشکل لباس سے، تنگدستی کی مشکل مال و زر سے، ظلم ظالم کی مشکل عدل عادل سے دور کی جاتی ہے۔ افسوس کہ سائل نے نہ اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت کو پہچانا۔ نہ اس کی شان عطا کو۔ نہ مشکل کشائی حقیقی کے معنی سمجھے، نہ مشکل کشائے عطائی کے اور خواہ مخواہ کی الجھنوں میں مبتلا ہو کر بے تکے سوالات مرتب کر دیئے اور بارگاہ علماء میں مشکل کے حل کرنے کی درخواست دے دی۔ علمائے حق اہل سنت و جماعت کا ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے اب سائل کے سوالوں کے نمبر وار جواب عرض کر رہا ہوں (سوالنامہ کا فوٹو سٹیٹ اس جواب نامہ کے ساتھ منسلک ہے اس لئے



صرف جواب لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ عبدحق

جواب ۷:۔ ہر مشکل میں مشکل کشا کو پکارا ہی نہیں جاتا۔ بلکہ قانونِ قدرت کا اتباع ضروری ہوتا ہے، مثلاً زید کو بھوک یا پیاس یا بیماری کی مشکل کا سامنا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان مشکلات کا حل روٹی پانی دوائی کے سپرد فرمایا ہوا ہے۔ زید کو چاہیے کہ بسم اللہ شریف پڑھ کر ان چیزوں کو حسب قانونِ قدرت و شریعت استعمال کرے۔ بشریۃً تعالیٰ مشکل دور ہو جائے گی اور اگر بجائے استعمال کرنے کے ”یا روٹی“ یا ”پانی“ کہہ کر ان مشکل کشاؤں کو پکارتا رہے تو مجنون سمجھا جائے گا بلکہ اگر ان کی موجودگی میں انہیں استعمال نہ کرے اور صرف مشکل کشائے حقیقی حلِ مجددہ کو یا اللہ یا رب کہہ کر پکارنا شروع کرے اور بھوکا پیاسا مرجائے تو حرام کی موت مرجائے گا۔ کیونکہ قانونِ قدرت سے منہ موڑنا جرم و گناہ ہے اگرچہ یا اللہ کہنا عبادت ہے اور اگر دوائی استعمال کرنے کے باوجود بیمار کو آرام نہ ملے اور وہ یا ارحم الراحمین کہہ کر مشکل کشائے حقیقی کو یا ”یا رسول اللہ“ کہہ کر مشکل کشائے عطائی کو پکارے تو یہ طریقہ علاج بھی درست ہے۔ اور اس سے صاحب نسبت اور صحیح العقیدہ تندرست ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہا تھا اور یکدم تندرست ہو گئے تھے (طبقات لابن سعد ج ۴ ص ۱۵۴) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوتِ سامعہ مرحمت فرمائی ہوئی ہے کہ ہزاروں ہی نہیں لاکھوں



کر ڈروں میلوں کی دُوری سے بھی آپ آواز سُن سکتے ہیں آپ ساتواں آسمانوں  
 سے اُوپر جنت میں جلوہ گر تھے اور آپ کے صحابی نَعِیمِ نَحَامِ زمین پر اپنے  
 اتنی دُور سے ان کے کھانسنے کی آواز سُن لی تھی۔ اِسی بنا پر انہیں نَحَامِ کہا  
 جاتا ہے یعنی کھانسنے والا۔ (طبقات لابن سعد ج ۴ ص ۱۳۸) جب جنت  
 میں اتنی دُوری سے سُن سکتے ہیں تو یہاں فرشِ زمین پر فرشِ زمین سے سُننا  
 کیا بعید ہے؟

واللہ وہ سُن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے  
 اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

جواب:۔ قرآن مجید شاہد ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو تمام زبانوں کا  
 علم عطا فرمایا گیا تھا (البقرہ رکوع ۴) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 کو ہر قسم کی بولی بولنے والی سب قوموں کا نبی بنایا گیا ہے۔ (الاعراف ۷  
 رکوع ۲۰، السبا۔ رکوع ۲) اور یہ قانونِ قدرت ہے کہ نبی کو اس کی امت  
 کی سب بولیاں سکھائی جاتی ہیں۔ (ابراہیم ۷ رکوع ۱) بلکہ حضور اقدس  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے وسیع تر احاطہ میں حیوانات و بہائم  
 اور عالمِ عالمین ارضی و سماوی داخل ہیں (الفرقان ۷ رکوع ۱) تو  
 ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں کی بھی سب بولیاں جانتے  
 ہیں اور حیوانات کی بھی۔ بناء بریں احادیثِ مبارکہ میں بصراحت  
 مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں چڑیوں  
 ہرنیوں، اونٹوں نے حاضر ہو کر اپنی اپنی بولیوں میں فریادیں کیں اور



آپ نے سب کی بولیاں سمجھ کر مشکل کشائی فرمائی۔

جواب ۳ :- اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم پیغمبروں کو اپنے آپ پر قیاس کرنا بہت بڑی نصیبی ہے ان کی قوت قدسیہ کا یہ عالم کہ ان کے منگتوں کو قطار بنانے کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے لے کر اس کے حکم کے مطابق اس کی بخشی ہوئی توت سے یکدم سب بھکائیوں کی مرادیں پوری کر دینا ان کے لیے کچھ مشکل

نہیں ہے صد سنتے ہیں وہ اپنے فقروں کی مدینے سے  
علیٰ قدر مراتب بھیک ملتی ہے خزینے سے

سائل اگر کو رہشم نہیں تو ہر روز مشاہدہ کرتا ہوگا کہ سورج سے دنیائے عالم کا ہر ذرہ قطار بننے کے بغیر روشنی حاصل کرتا رہتا ہے، تو آفتاب نبوت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری امت کو بیکساعت فیض پہنچانا سائل بد نصیب کو کس اصول کے تحت محال نظر آتا ہے کیا سائل نے احادیث شفاعت نہیں پڑھی یا نہیں سید

روز محشر ساری کائنات براہ راست مشکل کشائے حقیقی حل مجدد کے حضور حاضر نہیں ہوگی۔ بلکہ مشکل کشائے عطائی جناب محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہ رحمت پر جبین نیاز جھکے گی۔ اور آپ قطار میں کھڑا کرنے کے بغیر سب کی مشکل کشائی فرمائیں گے

جواب ۴ :- اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی نیند دوسروں کی بیداریوں سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے اسی لیے حضرات انبیاء علیہم السلام پر نیند



میں بھی وحی اتر کرتی ہے یہ جو ہر سال ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کو لاکھوں  
 قربانیاں دی جاتی ہیں یہ اسی وحی کا نتیجہ ہے۔ جو حضرت ابراہیم  
 علیہ السلام پر نیند کی حالت میں اتری تھی اور یہ جو ہر مسجد میں ہر روز  
 پانچ وقت اذانیں دی جاتی ہیں ان کا حکم بھی نیند میں ملا تھا (مشکوٰۃ ص ۳۷)  
 بنا، بریں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند ناقص و ضو نہیں  
 کیونکہ نیند کی حالت میں بھی آپ کا قلب انور جاگتا رہتا ہے (مشکوٰۃ ص ۳۷)  
 ۵ لا تنکر الوحی من رؤیاء انہ لہ

قلبا اذا نامت العینان لمریتم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ  
 جاگ رہے تھے ان کے پاس شیطان آیا اس نے انہیں بچوں کی  
 مانند تھکیاں دے کر سلا دیا۔ یہ سارا منظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 نے نیند میں دیکھا اور تھکیوں کی آواز سنی پھر اٹھ کر سب کچھ بیان  
 فرما دیا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۷)

ایک دوسرا واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا شانہ  
 رحمت میں آرام فرما تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، مالِ زکوٰۃ  
 کی حفاظت پر مامور تھے۔ تین شب لگاتار چور آتا رہا۔ ہر بار پکڑا جا رہا  
 تھا پھر کچھ جھوٹ کچھ سچ بول کر چھوٹ جاتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم اس کی سب حرکتوں کو دیکھتے رہے۔ اور اس کی سب  
 باتوں کو سنتے رہے جتنا اس نے جھوٹ بولا تھا وہ بھی اور جتنا



بیخ کہا تھا وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتا دیا  
پھر بتایا کہ وہ چور شیطان تھا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۸۵)

جواب ۵:- بے شک قرآن و حدیث گواہ ہے کہ انبیاء کرام اور رسل عظیم  
علینہم الصلوٰۃ والسلام کے سر کے کان زبان کی باتوں کو اور دل کے کان دل  
کی فریادوں کو سن لیتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

۱) فرشتے ”ماتمکرون“ کو یعنی لوگوں کی خفیہ تدبیروں کو لکھتے ہیں  
جن کا تعلق دل ہی سے ہوتا ہے۔ (یونس رکوع ۳: آیت ۷۱، ۷۲، ۷۳)  
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ جو لوگ اللہ کی رضا چاہتے ہیں،  
ان سے اپنی جان رکھو۔ اور انہیں اپنے سے دور نہ کرو اور جن کے دل اللہ  
کی یاد سے غافل ہیں ان کا کہنا مانو (الانعام ع ۶- آیت ۷۱، الکہف  
آیت ۷۱ رکوع ۴) اللہ کی رضا دل ہی سے چاہی جاتی ہے اور جو دل  
غافل کو نہ جانتا ہو وہ اس سے بچ نہیں سکتا، معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم دل کے ارادوں کو دل کی غفلتوں کو جانتے ہیں تو دلی فریاد بھی  
سن سکتے ہیں۔ (۴، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سب اعمال ملاحظہ فرماتے  
رہتے ہیں۔ (التوبہ رکوع ۱۲: آیت ۷۵) دل سے اچھی یا بُری نیت کی جائے۔  
تو وہ بھی اعمال میں داخل ہیں۔

جواب ۶:- سائل کی پیدائش سے پہلے اس کی والدہ نے اس کے والد کی  
طرف رجوع کیا جو غیر اللہ ہے پھر سائل نے شکمِ مادر میں پرورش پانے کے  
لیے خونِ حیض کی طرف رجوع کیا جو غیر اللہ ہے پھر سائل کی پیدائش کے وقت



اس کی والدہ نے لیڈی ڈاکٹر کی طرف رجوع کیا۔ جو غیر اللہ ہے پھر سائل نے دو سال تک شیر مادر کی طرف رجوع کیا جو غیر اللہ ہے۔ پھر آج تک سائل نے کھانے پینے رہنے سہنے پڑھنے پینے اور ٹھننے کے سلسلے میں علاج معالجہ حجامت بنوانے وغیرہ میں لاکھوں دفعہ غیر اللہ کی طرف رجوع کیا پھر جب سائل مر جائیگا تو غسال اور گورکن کی طرف کفن پہنانے لاش اٹھانے والوں کی طرف رجوع کرے گا۔ تعجب ہے کہ اتنے زیادہ غیر اللہوں کی طرف رجوع کرنے والا علماء سے پوچھتا ہے کہ غیر کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا معلوم اس خیال کے لوگوں کی عقلیں کیوں ماری جاتی ہیں سائل بے چارے کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اسباب کا بھی اور مسببات کا بھی۔ اس لیے اس کی طرف ہر ایک کو ہر وقت احتیاج رہتی ہے اور اس نے اپنی حکمت سے ایک مخلوق کو دوسرے کا محتاج بنا کر پیدا فرمایا ہے اس لیے غیر کی طرف بھی رجوع کی ضرورت رہتی ہے جو درحقیقت اسی کی طرف رجوع ہے کیونکہ اسی نے یہ سلسلہ اسی طرح جاری رکھا ہے۔ (جل جلالہ)

جواب :- ہر مشکل کو حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی حل فرماتا ہے اسی نے اپنی حکمت بالغہ کی بناء پر مخلوقات کو حل مشکلات کے لیے صرف ذریعہ اور وسیلہ بنایا ہوا ہے مھوک پیاس بیماری کی مشکلات کو اللہ تعالیٰ ہی حل فرماتا ہے مگر اس نے روٹی پانی دوائی کو اس حل کا ذریعہ بنایا ہوا ہے سائل بھی قبض دور کرنے والی (ڈاکو لکس) کو قبض کشا یعنی مشکل کشا



ہی کہتا ہے۔ (قبض بھی ایک مشکل ہے جو اس سے دُور ہو جاتی ہے) یوں ہی کفر و شرک جہل و ضلال کی مشکلات کو اللہ تعالیٰ ہی دُور فرماتا ہے مگر اس نے انبیاء و مرسلین اولیاء کالمین علماء ربانین (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور مبلغین حق کو ان مشکلات کے حل کا وسیلہ ارشاد فرمایا ہوا ہے۔ اسی طرح عذاب دُنیا ہو یا عذاب آخرت۔ عذاب نار ہو یا عذاب مہرہ سب کو خدا تعالیٰ ہی دُور فرماتا ہے مگر اس نے ان عذابوں اور مشکلوں سے چھٹکارا پانے کے لیے مقبولین کی شفاعت کو وسیلہ قرار دیا ہوا ہے معلوم ہوا کہ کوئی مشکل ایسی نہیں جسے اللہ تعالیٰ حل نہ فرماتا ہو اور کوئی

نبی ولی ایسے نہیں جنہیں حل مشکلات کا ذریعہ نہ بنایا گیا ہو۔ جواب:۔ حقیقت میں ہر مشکل ڈالتا بھی خدا ہے۔ جس طرح وہ اپنی بعض مخلوق کے ذریعے مشکلات دُور فرماتا ہے کیونہی اپنی بعض مخلوق کے ذریعے مشکلات ڈالتا بھی ہے اگر خدا نخواستہ سانپ کچھو وغیرہ، موذی جانور اذیت پہنچائیں تو اس مشکل میں خدا ہی نے ڈالا۔ یہ چیزیں صرف ذریعہ بنتی ہیں پھر اگر تریاق وغیرہ اس اذیت کو ختم کر دے، تو حقیقت میں یہ تکلیف خدا ہی نے دُور کی ہے۔ تریاق وغیرہ صرف ذریعہ بنے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ابو جہل نے گستاخی کی تو اس کے دل پر کفر کی ابدی مہر لگ گئی۔ یہ مہر خدا ہی نے لگائی تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی اس کا ذریعہ بنی اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غلامی معصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ادا کیا تو سب صحابہ پر



فضیلت دے گئے یہ فضیلت انہیں اللہ تعالیٰ نے بخشی مگر حضور ﷺ  
 علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ رحمت اس کا وسیلہ قرار پائی۔ فالحمد لله علیٰ ذلک  
 جواب ۹:۔ یہ تقسیم سائل کا اپنا اختراع ہے اس کا نہ کوئی مسلمان قائل  
 ہے نہ کارخانہ قدرت میں اس کی کوئی گنجائش ہے جیسا کہ جواب ۷  
 میں بیان ہوا۔ مسلک اہل سنت سے الگ ہونے کے جرم نے  
 سائل کو ذہنی تولیدگی میں مبتلا کر دیا ہے۔ (معلوم نہیں کہ ڈاکٹر صاحب  
 لوگوں کا علاج کس طرح کرے گا۔ کیونکہ

طیبیہ کہ خود باشدش زردرو

ایزداروئے سرخ روئے مجو!

اس نے نہ خالق کی قدرت کو جاننا نہ مخلوق کی حیثیت کو پہچانا۔ یوں ہی  
 جہلِ مرکب کی وادی میں ڈالواں ڈول پھر رہا ہے۔

جواب ۱۰:۔ نماز جنازہ میں پست آواز کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں  
 طلبِ بخشش کی التجاء کی جاتی ہے مگر دعاء **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي**  
 سے پہلے بارگاہِ اقدسِ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درود و سلام  
 عرض کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ نماز جنازہ پڑھنے والے یقین کر لیں کہ  
 مشکل کشائے عطائی پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیے بغیر  
 اور صلوة و سلام کا وسیلہ پیش کیے بغیر نہ نماز جنازہ قبول ہوتی ہے نہ کوئی  
 مشکل آسان ہوتی ہے۔

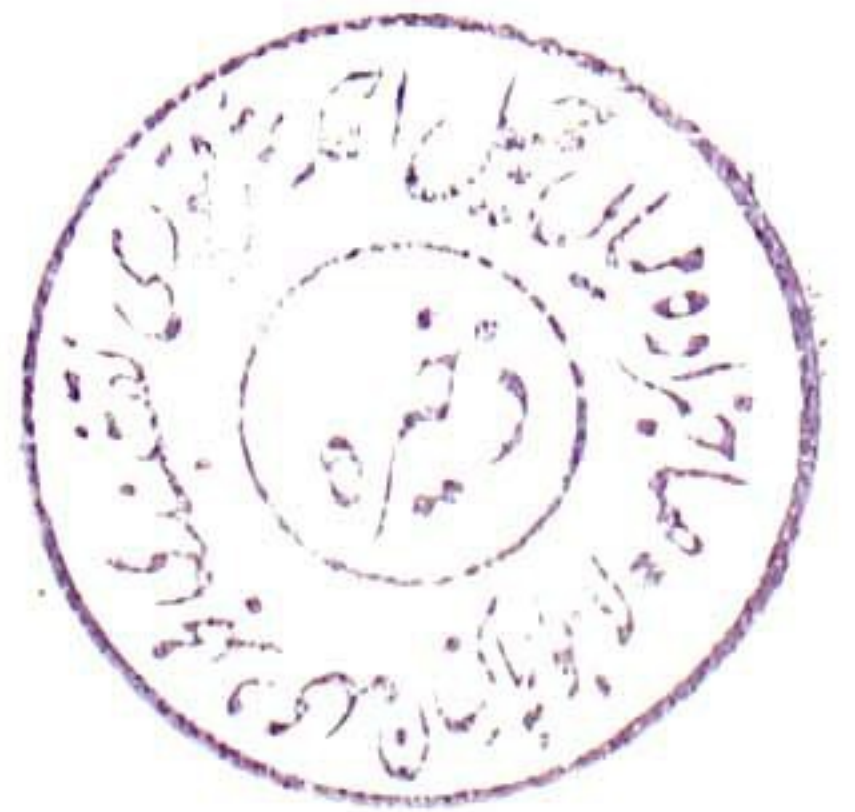
بے ان کے واسطہ کے خدا کچھ عطا کرے:۔ حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے



ی لیے قرآن مجید نے منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے روکا ہے ۔  
 (التوبہ) کیونکہ منافق لوگ وسیلے کے بھی منکر ہوتے ہیں اور رسول مصطفیٰ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کے بھی، تو ان کی نماز جنازہ  
 کا انہیں کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ سائل اس فرق و حقیقت کو نہ سمجھے  
 تو یہ اس کی بددیانتی یا بے بصیرتی ہے (والعیاذ باللہ تعالیٰ)  
 (بشکر یہ رضائے مصطفیٰ چوک دار السلام زینۃ المساجد جوہر نوا)  
 برادران اسلام! تبلیغی جماعت یا جماعت اسلامی کو مشرک قرار دینے  
 والے (ملاحظہ ہو ڈاکٹر صاحب کی تصنیف ہماری دعوت صا) بلکہ سارے  
 مسلمانان عالم کو کافر قرار دینے والے ڈاکٹر مسعود الدین کیماڑی کراچی  
 کے لٹریچر کا ان چند صفحات میں احتساب کیا گیا ہے پہلے آپ خود انفا  
 سے خود مطالعہ فرمادیں اور مولف کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اور پھر چند  
 نسخے فولڈوسٹٹ نکلوا کر دیگر مسلمان بھائیوں میں زیادہ سے زیادہ تعداد  
 میں تقسیم کریں اور قلمی و مالی جہاد کا ثواب حاصل کریں۔

واللہ الموفق

تہنیت





# الوداعی کلمات

برادرانِ اسلام! فقیر نے یہ چند صفحات ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کی کتب پر کتاب و سنت کی روشنی میں تبصرہ کر کے عوام المسلمین کی خدمت میں پیش کیا۔ ڈاکٹر موصوف کا یہ نیا مذہب نہیں بلکہ یہ بھی محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتب سے مرتب شدہ مذہب ہے۔ جس کو ایک انگریز مسٹر ہمفرے نے حکومتِ برطانیہ کی وساطت سے ٹریننگ دی تھی۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے کتاب التوحید لکھی جس میں مسلک اہل سنت کو نشانہ بنایا اور اہل تصوف پر خوب برسایا۔ محی الدین ابن عربی اور قصیدہ بردہ کے مصنف کو نہ چھوڑا عرب کے مقدس مقابر میں مقدس قبور کو ویران کر کے ہموار کیا اور جو مزارات مقدسہ پر جو گنبد و قبہ جات بنا گئے تھے ان تمام کو مسمار کرایا۔ بزرگوں اور انبیاء کی تعظیم کو شرک کہا اور کسی کو خواہ نبی کیوں نہ ہو اس کو سیدنا لفظ کہنے کو بھی شرک بتایا ہے۔ انبیاء اور اولیاء کو عوام الناس لوگوں میں شامل کرنے کے لیے وہابی تحریک چلائی۔ علامہ شامی نے ردالمحتار کی تیسری جلد میں محمد بن عبد الوہاب نجدی کو باغی قرار دیا ہے۔ علامہ صاوی نے ان الشیطان لکم عدو و فائخذوہ عدو واکے تحت لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ



خوارج کے حق میں نازل ہو چکی ہے اور یہ حجاز میں ایک الگ فرقہ ہے جس کو لوگ وہابی کہتے ہیں۔ علامہ انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں لکھا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کم تھا اور کفر کے فتوے میں وہ جلد باز تھا اور المہند علی المہند المسمی بعقائد علماء دیوبند میں خارجی بتایا ہے۔ حسین احمد مدنی نے الشہاب الثاقب میں تحریر کی ہے۔ عجم و عرب کے مختلف مکتبہ فکر کے علماء نے محمد بن عبدالوہاب کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے اور اس کے خلاف اسلامیہ عقائد لوگوں کو بتائے ہیں اور اس فرقہ کے لوگوں سے مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے کہ وہ ان سے اجتناب کریں۔ مفتی شافعیہ سید احمد ذینی دحلان نے الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیہ کتاب لکھی ہے۔ اسی طرح کشف الارتیاب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد تالیخ وہابیہ پر مفصل روشنی ڈالی ہے اور تالیخ نجد و حجاز، تاریخ وہابیہ اور مشعل راہ وغیرہ مستند کتب علماء اسلام نے لکھی ہیں۔ فقیر نے۔۔۔ الدرر السنیۃ نامی کتاب کو پشتو میں ترجمہ کر کے پٹھان قوم کے لیے شائع کی ہے۔ مذہب وہابیہ کی مختلف شاخیں ہیں ان تمام کے عقائد ایک ہیں صرف طرز بیان الگ الگ ہے۔ اسی طرح کیپٹن مسعود عثمانی کی کتب سے تمام مسلمانوں کو اجتناب ضروری ہے۔

اخیر میں فقیر دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے گمراہوں سے امان میں رکھے۔ وصلى الله تعالى على معلم الكائنات ط



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## اشتہار اصلاح معاشرہ

### تہکال کا مؤدبانہ جواب

بعض منہ مکتے کی صفائی کے شعور کے بغیر اشتہار بازی کر لیتے ہیں پیشانی پر سیاہی سے لکھلہ ہے کیا خدا کے سوا اور کوئی مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟ ایک سوال کی دس شکلیں نمبر وار جواب اشتہار کے ساتھ ملاحظہ ہو۔

۱) اگر تمہارے کسی توحید پرستی سے کوئی پوچھے کیا خدا اپنے کسی بندے کو کوئی مشکل حل کرنے پر قادر بنانے پر قادر ہے جو اب ایمانی یہ ہے بے شک وہ قادر ہے (اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ) جو کہے قادر نہیں وہ کافر جاہل ہے۔

۲) اشتہار نے اپنے وسوسے کی دس جاہلانہ بد شکلوں کے جواب کی مشکل حل کرنے کا سوال خدا کے سوا علماء سے کیا ہے اس نے خدا کو غیر قادر اور علماء کو قادر مان کر کیا تو کافر تہذیبی اور اگر علماء کو غیر قادر مان کر کیا تو جاہل بے دین ہوا۔ خدا کو چھوڑ کر غیر سے رجوع کفر ہے یا نہ کہو کفر ہے۔



۳، اس مشکل کے حل میں اپنے خدا سے سوال کیوں نہ کیا اگر خدا کو اس قابل نہ جانا اور علماء کو جانا تو آپ کون ہوئے، بد مذہب بے دین۔  
۴، اگر قادر خدا سے سوال کرنا ناروا جانا تو آپ کون ہوئے گمراہ بے دین جاہل۔

۵، اگر ایسا اس لئے کیا کہ خدا دور ہے اور علماء نزدیک ہیں تو خدا کو دور جان کر آپ کیا ہوئے حالانکہ وہ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔  
۶، اگر اس مشکل کے حل میں خدا سے اس لیے پھر گئے کہ اس نے حرم کعبہ کو مولد مصطفیٰ و مرضی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رضی اللہ عنہ بنا کر افراد ملت کو ادھر سجدہ کیوں کرایا تو تم خدا کے منکر کافر ہوئے۔  
۷، اگر خدا سے اس لیے منحرف ہوئے کہ اس نے ذات مصطفیٰ کو اپنے دو نام رؤف اور رحیم اور مولا علی مرضی کو ایک نام علی کیوں عطا فرمایا تو تم منکر ہوئے۔

اللہ قادر مختار ہے جسے جو نام چاہے دے جسے جو طاقت اختیار دے، دے سکتا ہے جو نہ ملنے کافر جو ملنے مومن ہے۔

۸، اور اگر تم اللہ سے اس لیے پھر گئے اور علماء سے مشکل حل کرنے کا سوال کیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معرکہ خیبر کی سخت مشکل میں علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح کا اعلان اور علی رضی اللہ عنہ کو اس کے مطابق فتح کا موجب و نشان بنا کر مشکل کشا کیوں ٹھہرایا کہ مجاہدین اسلام کے جہاد کی ہر مشکل میں



نعرہ حیدری یا علی رضی اللہ عنہ، ایک ایمانی جہادی اصطلاح بن گئی تو ایسا کر کے تم اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر کافر نہ ہوئے۔ کہو ہوئے اور خواہ مخواہ ہوئے۔

(۹) اور اگر تم نے ایسا کر کے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منہ موڑ کر علماء کو اپنی شرک و ضلالت کا قبلہ اس لیے بنایا کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتاب و سنت میں انبیاء اولیاء کی اس قدر عظیم شان کیوں بیان فرمائی۔ کہ اب ہماری تقریری و تحریری کفر کاری اشتہار بازی غلط بیانی حق پوشی کچھ کار آمد نہیں ہی تو تم اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہو گئے اب حکم یہ ہے مرو اپنے غصے سے، حق حق ہے باطل باطل ہے۔

(۱۰) اور اگر تم اللہ سے اس لیے پھر کر منحرف ہو گئے منکر و لاپرواہ ہو گئے ہو کہ اس نے انبیاء، اولیاء کو مشکل کشائی کے لیے طاقت دینے کا کیوں اعلان کر رکھا ہے واللہ یؤید بتصرہ من یشاء (۱۰/۳ العنبران آیت ۱۳) اللہ مدد دیتا ہے اپنی نصرت سے جسے چاہے تو تم اللہ اور قرآن کے منکر اور کافر ہوئے یا نہ کہو ضرور ہو گئے خواہ مخواہ توحیدی محکمہ کے ہر بڑے چھوٹے معتبر بھلے مانس سے آخری مؤدبانہ ایک بات آپ توحیدی حضرات اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کا دعویٰ بھی رکھتے ہیں اور مسلمانوں پر ان امور کے متعلق انکاری حجتہ اعتراض بھی کرتے ہیں جو قرآن و سنت اتار سے







مشہور و معروف ہوئی ساٹھ منزلہ (ماسکو) میں ایک پارٹی کا عظیم اجتماع  
 تھا اچانک ایک روسی لڑکی چھت پر سے پھسل کر گر گئی اس کا بیان  
 ہے کہ گرتے ہی مجھے ذہن میں آیا کہ اہل اسلام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ  
 کو مشکل کشا کہہ کر مشکل میں اللہ کا ولی جان کر مدد طلب کرتے، تو  
 ان کی مشکل حل ہوتی ہے میں نے بھی ان اللہ کے پاک بندہ کو یاد  
 کیا تو ان پاک صورت بزرگ نے معاً مجھے تمام کر زمین پر پہنچا دیا۔  
 آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ ساٹھ منزلہ عمارت سے گر کر میں صحیح سلامت  
 زندہ ہوں کوئی چوٹ خراش تک نہ آئی میرے دل میں مذہب  
 اسلام کی سچائی گھر کر گئی ہے۔ میں کلمہ پڑھ کر برضا و رغبت مسلمان  
 ہو چکی ہوں، یہ خبر اطراف تک پھیل گئی۔ سبحان اللہ والحمد للہ  
 اللہ کا فرمان ہے۔ سنجلم ایتنا فی الافاق و فی لہم  
 حتی یتبئن لہ انة الحق (۲۵/۱ اتم السجد)  
 عنقریب ہم لوگوں کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے  
 اور ان کے نفس میں بھی حتیٰ کہ ان پر کھل جائے گا کہ (اسلام  
 قرآن) برحق ہے اور اللہ نے حق فرمایا۔ (۱۰/۳ العن آیت)  
 اور اللہ مدد دیتا ہے اپنی نصرت سے جسے چاہے۔  
 بیشک اس میں، بیٹا لوگوں کے لیے سبق ہے۔



## فہرست کتب

حصے کے بغیر کوئی لائبریری بھی شامل نہیں ہو سکتی

نظام خلافت . . . ۱۵ روپے	فیضانِ علی . . . ۱۲۰ روپے
علی حضرت صدا کے آئینہ میں . . . ۱۵	سیرتِ مصطفیٰ . . . ۳۰
دعاء بعد السنن والنوافل . . . ۱۵	روحِ کائنات . . . ۳۰
الدرر السنیہ پشتو . . . ۱۵	مکائدِ عثمانی . . . ۳۰
اظہارِ حق پشتو . . . ۲۰	تبلیغی جماعت . . . ۳۵
شرعی بریلہ . . . —	ولایت و کرامت . . . ۲۰
المسئلۃ البیضاء . . . ۸	تجلیاتِ غفورؐ . . . ۱۵
حیاتِ خضر . . . ۶	عشقِ رسول . . . ۱۰
حسن البیان . . . —	تبلیغ
اذان سے قبل و بعد درودِ سلام . . . ۲۵	تبلیغی جماعت پر ایک نظر . . . ۶
معجزاتِ عقل و	۳ فرقے . . . ۱۵
استدلال کی روشنی میں . . . —	باطل فرقوں کی پہچان . . . ۲۵
الذاریہ محمود . . . —	سیرتِ غوثِ الاعظم . . . ۱۰
دارِ طہی . . . ۱۰	معراجِ مصطفیٰ . . . ۱۰
عصمتِ انبیاء . . . ۱۵	تعظیمِ مصطفیٰ . . . ۱۲
شاید کائنات . . . ۱۲	مزاراتِ مقدسہ پر گنبد بنانا . . . ۱۰
نامِ اقدس پر انگوٹھے چڑھنا . . . ۱۲	دعوتِ غور و فکر . . . ۶
اور دِ غوثیہ . . . ۱۵	مسنون دعائیں و اشادت . . . ۶
سیفِ التقلید . . . ۱۲	دعاء بعد نماز جنازہ . . . ۱۰
الجہادِ پشتو . . . ۲۵	الصواعق الربانیہ . . . ۱۵
ضیاءِ الصدور . . . ۵	منع الاشارات . . . ۱۰

ملنے کا پتہ :۔ مکتبہ غوثیہ مدینہ - سوات







## فہرستِ مکتب

حصے کے بغیر کوئی لائبریری بھی مکمل نہیں ہو سکتی

فیضانِ علی	۱۲۰ روپے	نظامِ خلافت	۱۵ روپے
سیرتِ مصطفیٰ	۳۰	اعلیٰ حضرت صدائے آئینہ	۱۵
روحِ کائنات	۳۰	دعاء بعد السنن والنوافل	۱۵
مکائدِ عثمانی	۳۰	الدرر السنیہ پشتو	۱۵
تبلیغی جماعت بلگرام نظریہ	۳۵	اظہارِ حق پشتو	۲۰
ولایت و کرامت	۲۰	شرعی پردہ	
تجلیاتِ غفورؐ	۱۵	المسئلۃ البیضاء	۸
عشقِ رسول	۱۰	حیاتِ خضر	۶
تبلیغ	۱۰	حسن البیان	
تبلیغی جماعت پر ایک نظر	۶	اذان سے قبل و بعد درودِ سلام	۲۵
۳ فرقے	۱۵	معجزاتِ عقل و	
باطل فرقوں کی پہچان	۲۵	استدلال کی روشنی میں	
سیرتِ غوث الاعظم	۱۰	الوارِ محمود	
معراجِ مصطفیٰ	۱۰	دارِ طہی	
تعظیمِ مصطفیٰ	۱۲	عصمتِ انبیاء	۱۵
مزاراتِ مقدسہ پر گنبد بنانا	۱۰	شاید کائنات	۱۲
دعوتِ غور و فکر	۶	نامِ اقدس پر لکھنے کا طریقت	۱۲
مسنون دعائیں و اشادت	۶	اور دعوتِ غوثیہ	۱۵
دعاء بعد نمازِ جنازہ	۱۰	سیفِ التقلید	۱۲
الصواعق الربانیہ	۱۵	الجهادِ پشتو	۲۵
منع الاشارات	۱۰	ضیاء الصدور	۱۵

ملنے کا پتہ :- مکتبہ غوثیہ مدینہ - سوانت